AHMADIYYA
MUSLIM COMMUNITY
United States of America

Muslims who believe in the Messiah,
Mirza Ghulam Ahmad Qadiani[as]

لِّيُخۡرِجَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ ؕ

القران الحکیم ۶۵:۱۲

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

النور

صلح ۱۳۹۴ ہش
جنوری ۲۰۱۵ء

Members of Majlis Khuddamul Ahmadiyya, USA
spending a day at the United Nations
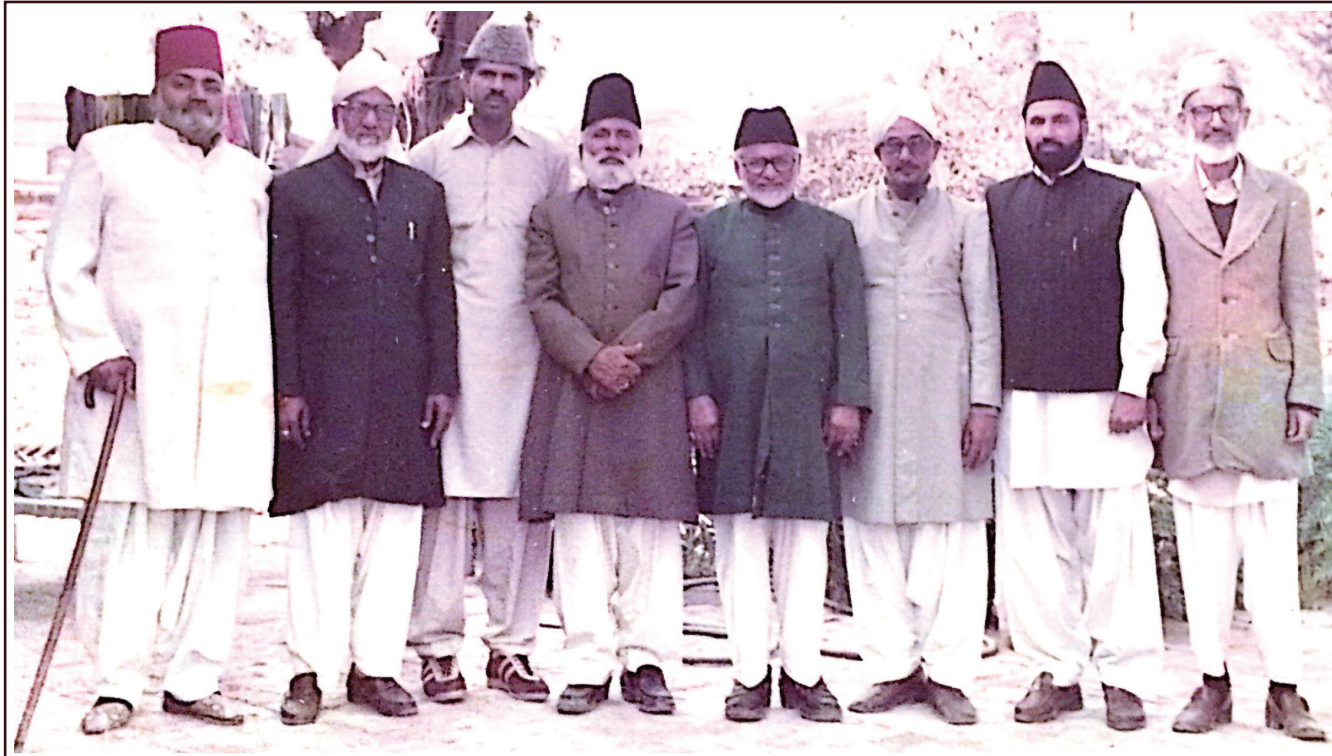
Top Picture: Standing, left to right: Al-Haj Mohammad Sharif (Jami'ah Ahmadiyya Staff), Sheikh Naseeruddin Ahmad (son of Capt. Dr Badruddin Ahmad), Yaqoob Khan Librarian Jami'ah Ahmadiyya. Seated, left to right: Shaikh Noor Ahmad Munir (younger brother of Shaikh Mubarak Ahmad), Jalaluddin Qamar, Hadrat Khalifatul-Masih IV^{rh}, Fazal Ilahi Bashir, Ghulam Bari Saif

Bottom Picture: Left to right: Shaikh Noor Ahmad Munir, Fazal Ilahi Bashir, Zaman (photographer, Tanweer Studio), Ghulam Bari Saif , Sheikh Naseeruddin Ahmad, ?, Yaqoob Khan, Al-Haj Mohammad Sharif

النور

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۙ یُخۡرِجُہُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ

(البقرۃ:۲۵۸)

فَلَا تَحۡسَبَنَّ اللّٰہَ مُخۡلِفَ وَعۡدِہٖ رُسُلَہٗ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیۡزٌ ذُو انۡتِقَامٍ ۞

(سورۃ ابراھیم:۴۸)

پس تو ہرگز اللہ کو اپنے رسولوں سے کئے ہوئے وعدوں کی خلاف ورزی کرنے والا نہ سمجھ۔ یقیناً اللہ کامل غلبہ والا (اور) ایک سخت انتقام لینے والا ہے۔

(۷۰۰ حکم خداوندی صفحہ ۸۰)

نگران:
ڈاکٹر احسان اللہ ظفر امیر جماعت احمدیہ، یو ایس اے
ادارتی مشیر: محمد ظفر اللہ ہنجرا
مدیر: سید ساجد احمد
معاون مدیر: حسنیٰ مقبول احمد

لکھنے کا پتہ
بذریعہ ای میل: publications@ahmadiyya.us
بذریعہ ڈاک:
Editor Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

فہرست

قرآن کریم

عٰلِمُ الۡغَیۡبِ فَلَا یُظۡہِرُ عَلٰی غَیۡبِہٖۤ اَحَدًا ﴿ۙ۲۷﴾

اِلَّا مَنِ ارۡتَضٰی مِنۡ رَّسُوۡلٍ فَاِنَّہٗ یَسۡلُکُ مِنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡہِ وَ مِنۡ خَلۡفِہٖ رَصَدًا ﴿ۙ۲۷﴾

(سورۃ الجن (72) آیات 27-28)

وہ غیب کا جاننے والا ہے پس وہ کسی کو اپنے غیب پر غلبہ عطا نہیں کرتا۔

بجز اپنے برگزیدہ رسول کے پس یقیناً وہ اُس کے آگے اور اس کے پیچھے حفاظت کرتے ہوئے چلتا ہے۔

اردو ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ

تفسیر بیان فرمودہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام:

رسول کا لفظ عام ہے۔ جس میں رسول اور نبی اور محدَّث داخل ہیں۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۳۲۲)

مکذّبین کے دلوں پر خدا کی لعنت ہے خدا ان کو نہ قرآن کا نور دکھلائے گا نہ بالمقابل دعا کی استجابت جو اعلام قبل از وقت کے ساتھ ہو اور نہ امورِ غیبیہ پر اطلاع دے گا لَا یُظۡہِرُ عَلٰی غَیۡبِہٖۤ اَحَدًا ﴿۲۷﴾ اِلَّا مَنِ ارۡتَضٰی مِنۡ رَّسُوۡلٍ۔

(ضمیمہ انجامِ آتھم صفحہ ۱۹ حاشیہ)

کامل طور پر غیب کا بیان کرنا صرف رسولوں کا کام ہے دوسرے کو یہ مرتبہ عطا نہیں ہوتا۔ رسولوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجے جاتے ہیں خواہ وہ نبی ہوں یا رسول یا محدَّث اور مجدّد ہوں۔

(ایام الصلح صفحہ ۱۷۱ حاشیہ)

استجابتِ دعا کے ساتھ اگر حسبِ مراد کوئی امرِ غیب خدا تعالیٰ کسی پر ظاہر کرے اور وہ پورا ہو جائے تو بلاشبہ اُس کی قبولیت پر ایک دلیل ہوگی اور یہ کہنا کہ نجومی یا رمّال اس میں شریک ہیں یہ سراسر خیانت اور مخالفِ تعلیمِ قرآن ہے کیونکہ اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے فَلَا یُظۡہِرُ عَلٰی غَیۡبِہٖۤ اَحَدًا ﴿۲۷﴾ اِلَّا مَنِ ارۡتَضٰی مِنۡ رَّسُوۡلٍ۔

(نشانِ آسمانی صفحہ ۳۲ حاشیہ)

احادیث مبارکہ

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَأُنْزِلَتْ عَلَیْهِ سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ (وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ) قَالَ قُلْتُ مَنْ هُمْ یَارَسُوْلَ اللهِ فَلَمْ یُرَاجِعْهُ حَتّٰی سَاَ لَ ثَلَاثًا، وَفِیْنَا سَلْمَانُ الْفَارِسِیُّ، وَضَعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدَهُ عَلٰی سَلْمَانَ ثُمَّ قَالَ " لَوْ كَانَ إِیْمَانُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَنَا لَهُ رِجَالٌ-اَوْ رَجُلٌ ـ مِنْ هٰٓؤُلَآءِ"۔

(صحیح البخاری کتاب التفسیر)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ پر سورۃ الجمعہ کی آیت وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ نازل ہوئی۔ ہم نے تین بار پوچھا یارسول اللہ وہ کون ہیں مگر آپ نے جواب نہ دیا۔ ہم میں سلمان الفارسی بھی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: اگر ایمان ثریا پر بھی چلا جائے گا تو ان میں سے ایک شخص اسے واپس لے آئے گا فرمایا کہ ان میں سے ایک سے زیادہ اشخاص اسے واپس لے آئیں گے۔ (اردو ترجمہ النور)

عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: یَنْزِلُ عِیْسَى بْنُ مَرْیَمَ اِلَى الْاَرْضِ فَیَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَهٗ وَیَمْكُثُ خَمْسًا وَاَرْبَعِیْنَ سَنَةً ثُمَّ یَمُوْتُ فَیُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ فَاَقُوْمُ اَنَا وَعِیْسَى بْنُ مَرْیَمَ فِیْ قَبْرٍ وَاحِدٍ بَیْنَ اَبِیْ بَكْرٍ وَعُمَرَ۔

(مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ)

حضرت عبد اللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسیح جب نزول فرما ہوں گے تو شادی کریں گے، انکی (بشارتوں کی حامل) اولاد ہوگی (دعویٔ ماموریت کے بعد) ۴۵ سال کے قریب رہیں گے پھر فوت ہوں گے اور میرے ساتھ میری قبر میں دفن ہونگے۔ پس میں اور مسیح ابو بکرؓ اور عمرؓ کے درمیان ایک قبر سے اٹھیں گے (یعنی روحانیت اور مقصدِ بعثت کے لحاظ سے ہم چاروں کا وجود متحد الصفات اور ایک ہوگا)۔ (اردو ترجمہ از حدیقۃ الصالحین صفحہ 901-902)

منظوم کلام

امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اب نہیں ہیں ہوش اپنے ان مصائب میں بجا	رحم کر بندوں پہ اپنے تا وہ ہوویں رستگار
کس طرح نپٹیں کوئی تدبیر کچھ بنتی نہیں	بے طرح پھیلی ہیں یہ آفات ہر سُو ہر کنار
ڈوبنے کو ہے یہ کشتی آ مرے اَے ناخُدا	آگیا اس قوم پر وقتِ خزاں اندر بہار
نورِ دل جاتا رہا اور عقل موٹی ہو گئی	اپنی کجرائی پہ ہر دل کر رہا ہے اعتبار
جس کو ہم نے قطرۂ صافی تھا سمجھا اور تقی	غور سے دیکھا تو کیڑے اس میں بھی پائے ہزار
دُوربینِ معرفت سے گند نکلا ہر طرف	اس وبا نے کھا لئے ہر شاخِ ایماں کے ثمار
اے خُدا بن تیرے ہو یہ آب پاشی کس طرح	جل گیا ہے باغِ تقویٰ دیں کی ہے اب اِک مزار
تیرے ہاتھوں سے میرے پیارے اگر کچھ ہو تو ہو	ورنہ فتنہ کا قدم بڑھتا ہے ہر دم سیل وار
اِک نشاں دکھلا کہ اب دِیں ہو گیا ہے بے نشاں	اک نظر کر اس طرف تا کچھ نظر آوے بہار
کیا کہوں دنیا کے لوگوں کی کہ کیسے سو گئے	کس قدر ہے حق سے نفرت اور ناحق سے پیار
عقل پر پردے پڑے سو سو نشاں کو دیکھ کر	نُور سے ہو کر الگ چاہا کہ ہوویں اہلِ نار

ارشاداتِ عالیہ
امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام

نبیوں کا عظیم الشان کمال یہ ہے کہ وہ خدا سے خبریں پاتے ہیں چنانچہ قرآن شریف میں آیا ہے لَا یُظۡهِرُ عَلٰی غَیۡبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۷﴾ اِلَّا مَنِ ارۡتَضٰی مِنۡ رَّسُوۡلٍ الآیہ۔یعنی خدا تعالیٰ کے غیب کی باتیں کسی دوسرے پر ظاہر نہیں ہوتیں ہاں اپنے نبیوں میں سے جس کو وہ پسند کرے۔ جو لوگ نبوّت کے کمالات سے حصہ لیتے ہیں اللہ تعالےٰ انکو قبل از وقت آنے والے واقعات کی اطلاع دیتا ہے اور یہ بہت بڑا عظیم الشان نشان خدا کے مامور اور مرسلوں کا ہوتا ہے اس سے بڑھ کر اور کوئی معجزہ نہیں۔ پیشگوئی بہت بڑا معجزہ ہے۔ تمام کتبِ سابقہ اور قرآن کریم سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہے کہ پیشگوئی سے بڑھ کر کوئی نشان نہیں ہوتا۔

(الحکم جلد 5 نمبر 10 مورخہ 17 مارچ 1901ء صفحہ 3)

آج قرآن شریف کی آیتِ شریفہ فَلَا یُظۡهِرُ عَلٰی غَیۡبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۷﴾ اِلَّا مَنِ ارۡتَضٰی مِنۡ رَّسُوۡلٍ ۔سے مجھے ایک نکتہ خیال میں آیا اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اس کے غیب کا اظہار سوائے برگزیدہ رسولوں کے اور کسی پر نہیں ہوتا۔ اس میں سوچنے کے لائق لفظ اظہار ہے۔ اظہار سے مراد یہ ہے کہ کھلا کھلا غیب کثرت کے ساتھ کسی پر کھولا جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف تشابہت کے طور پر تھوڑا سا غیب تو گاہے گاہے کسی دوسرے پر بھی کھولا جاتا ہے مگر اس میں محکم بات نہیں ہوتی اور اس کے واسطے شرط نہیں کہ جس پر کھولا جائے وہ مومن ہو یا کافر ہو ہر ایک مذہب کے آدمی کو یہ حالت گاہے حاصل ہو سکتی ہے کہ کوئی تھوڑی سی بات مشتبہ یا غیر مشتبہ اس کو غیب سے مل جائے۔ یہ سب کچھ ہو سکتا ہے لیکن منع صرف اظہار علی الغیب ہے۔ اظہار کا لفظ اس کی کیفیت اور کمیّت پر دلالت کرتا ہے یعنی وہ غیب کی خبر مصفّٰی ہو۔ شک اور شُبہ سے پاک ہو اور دوسرا کثرت سے ہو جس سے ظاہر ہو کہ یہ خارق عادت اور معجز نُما ہے۔ اس آیت سے خود ظاہر ہوتا ہے کہ رسولوں کے سوائے دوسرے لوگوں کو بھی غیب سے کچھ نہ کچھ مِل جاتا ہے مگر ان کے غیب میں اظہار کا رنگ نہیں ہوتا۔ اظہار کا لفظ ایک خاص امتیاز کو ظاہر کرتا ہے۔

(بدر جلد 6 نمبر 20 مورخہ 16 مئی 1907ء صفحہ 3)

پیشگوئی مصلح موعود

حضرت مرزاغلام احمد مسیح موعودعلیہ السلام

"خدائے رحیم وکریم بزرگ وبرتر نے جو ہر یک چیز پر قادر ہے (جلّ شانہ ' وعزّاسمہ ') مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ

میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتاہوں اسی کے موافق جو تونے مجھ سے مانگا۔ سومیں نے تیری تضرّعات کو سنا۔ اور تیری دُعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لودھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا۔ تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں۔ موت کے پنجہ سے نجات پاویں۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں۔ اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے۔ اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں۔ جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے۔ اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک کھلی نشانی ملے۔ اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو۔ کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذرّیت و نسل ہو گا۔

خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اُس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس رُوح دی گئی ہے۔ اور وہ رِجس سے پاک ہے وہ نوراللہ ہے مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔

اس کے ساتھ فضل ہے جو اُس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔

وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دَولت ہو گا۔ وہ دُنیا میں آئیگا اور اپنے مسیحی نفس اور رُوح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت وغیّوری نے اُسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا۔ اور دل کا حلیم۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائیگا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ۔ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَآءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسُوح کیا۔ ہم اس میں اپنی رُوح ڈالیں گے اور اسیروں کی رُستگاری کا موجب ہو گا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔"

(اشتہار20فروری1886ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد اوّل صفحہ 59،60۔ مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 100 تا102)

مالی قربانی کی اہمیت، مالی قربانی کرنے والے مخلصین کے ایمان افروز واقعات، تحریک جدید کے 81ویں سال کا اعلان

اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنا بھی انسان کی سعادت اور تقویٰ شعاری کا معیار اور محک ہے

مجموعی وصولی کے لحاظ سے پاکستان پہلے نمبر پر اور دوسرے ممالک میں جرمنی، برطانیہ اور امریکہ نمایاں رہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ فرمودہ 7 نومبر 2014ء بمقام بیت الفتوح مورڈن لندن کا خلاصہ

خطبہ جمعہ کا یہ خلاصہ ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 7 نومبر 2014ء کو بیت الفتوح مورڈن لندن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو کہ مختلف زبانوں میں تراجم کے ساتھ حسب معمول ایم ٹی اے پر براہ راست نشر کیا گیا۔ حضور انور نے خطبہ کے شروع میں سورۃ آل عمران کی آیت 93 کی تلاوت اور ترجمہ کے بعد فرمایا کہ حضرت مسیح موعود اس آیت کی وضاحت میں فرماتے ہیں کہ حقیقی ابتغاء اور ایمان کے حصول کے لئے حقیقی نیکی کو ہرگز نہ پاؤ گے جب تک کہ تم عزیز ترین چیز کو خرچ نہ کرو گے کیونکہ مخلوق الٰہی کی ہمدردی اور سلوک کا ایک بڑا حصہ مال کے خرچ کرنے کی ضرورت بتلاتا ہے، جب تک انسان ایثار نہ کرے دوسرے کو نفع کیونکر پہنچا سکتا ہے۔ مذکورہ آیت میں اسی ایثار کی تعلیم اور ہدایت فرمائی گئی ہے۔ پس مال کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا بھی انسان کی سعادت اور تقویٰ شعاری کا معیار اور محک ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر احسان ہے کہ ہمیں اس نے حضرت مسیح موعود کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی۔ جنہوں نے جہاں ہماری اعتقادی اور عملی اصلاح اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اس کی بتائی ہوئی تعلیم کے مطابق کی وہاں ہماری روحانی ترقی اور تزکیہ کے بھی قرآنی تعلیم کے مطابق طریق سکھائے، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی طرف بھی توجہ دلائی۔ جان، مال، وقت اور اولاد کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے قربان کرنے کی روح بھی پیدا فرمائی۔ فرمایا کہ مذکورہ آیت میں ہماری روحانی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جن میں سے ایک اللہ کی راہ میں مالی کی قربانی ہے۔ مالی قربانی بھی اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔

حضور انور نے فرمایا حقوق العباد اور اشاعت دین کے کام کے لئے بھی مالی قربانی کی ضرورت ہے اور حضرت مسیح موعود کے زمانے میں یہ کام اپنی انتہا کو پہنچنے تھے اور آج ہم احمدی ان خوش قسمتوں میں شامل ہیں جو اس کام کی تکمیل سے حصہ لے رہے ہیں تا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بنیں۔ فرمایا کہ یہ حضرت مسیح موعود کی تعلیم اور تربیت کا اثر ہے کہ احمدیوں کی اکثریت اشاعت دین کے لئے اپنے پسندیدہ مال میں سے خرچ کرتے ہیں۔ آج اس زمانے میں دین حق کی ترقی یقیناً اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کے ذریعہ سے ہی مقدر فرمائی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ خود ہی مومنین کے دلوں میں مالی قربانی کی روح بھی پیدا فرما رہا ہے۔ حضور انور نے افریقہ کے بعض نومبائعین کا مالی قربانی کی حقیقی روح اپنے اندر پیدا کرتے ہوئے جوش و جذبے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مالی قربانی کرنے کے واقعات بیان فرمائے۔ نیز حضور انور نے دنیا کے دیگر ممالک سے تعلق رکھنے والے مخلص احمدیوں کے مالی قربانی کی حقیقی روح کو سمجھتے ہوئے اپنے عزیز ترین مال کو خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے بعض ایمان افروز واقعات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ کیرالہ انڈیا کے ایک ایثار پیشہ مخلص دوست نے گزشتہ سال اپنا تحریک جدید کا چندہ دوگنا اضافہ کے ساتھ ادا کیا تھا اور بفضل اللہ تعالیٰ امسال بھی غیر معمولی اضافے کے ساتھ ادائیگی کی ہے۔

حضور انور نے واقعات بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ صرف پرانے احمدی ہی نہیں بلکہ افریقہ، یورپ اور دیگر دنیا میں نومبائعین بچے اور عورتیں بھی حیرت انگیز طور پر قربانیاں دے رہے ہیں اور ان کے جذبے پر حیرت ہوتی ہے۔ حضور انور نے مزید تسلی کے لئے یہاں مختصراً چندوں کے مصرف کا کچھ خاکہ بھی پیش فرمایا اور چندہ تحریک جدید اور وقف جدید کی اہمیت بھی بیان فرمائی حضور انور نے تحریک جدید کے 81ویں نئے سال کا اعلان کرتے ہوئے گزشتہ سال کی وصولی کا جائزہ پیش فرمایا۔ فرمایا کہ رپورٹس کے مطابق امسال عالمگیر جماعت نے 84لاکھ 70ہزار 800 پاؤنڈ کی مالی قربانی پیش کی۔ پاکستان کا پہلا نمبر ہے۔ پاکستان میں احباب جماعت مالی قربانیوں میں بھی بڑھے ہوئے ہیں اور جان کی قربانیوں میں بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ پاکستان سے باہر جماعتوں میں جرمنی نمبر 1، برطانیہ نمبر 2 اور امریکہ نمبر 3 پر ہے۔ پاکستان کی جماعتوں میں پہلے نمبر پر لاہور، دوسرے پر ربوہ اور تیسرے نمبر پر کراچی ہے۔ اسی طرح حضور انور نے افریقہ اور بعض دیگر ممالک کا بھی جائزہ پیش کیا۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان سب کی قربانیاں قبول فرمائے، ان کے اموال و نفوس میں بے انتہا برکت عطا فرمائے اور جماعتی نظام کو بھی توفیق عطا فرمائے کہ ان اموال کو صحیح رنگ میں خرچ کرنے والے ہوں۔ حضور انور نے آخر پر مکرم الحاج یوسف صاحب آف گھانا کی وفات پر مرحوم کا ذکر خیر فرمایا اور نماز جمعہ کے بعد ان کی نماز جنازہ غائب پڑھانے کا اعلان فرمایا۔

حضرت مصلح موعود کے بیان فرمودہ واقعات میں حضرت مسیح موعود اور آپ کی اپنی زندگی کے بعض نمایاں پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے

حضرت مسیح موعود کی بچوں سے دلداری، صبر، قانون کی پابندی اور دینی آداب سے متعلق قابل تقلید واقعات

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ اگر ساری دنیا بھی مسیح موعود کو چھوڑ دے تو میں نہیں چھوڑوں گا اور پھر اس سلسلے کو دنیا میں قائم کروں گا

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ فرمودہ 14 نومبر 2014ء بمقام بیت الفتوح مورڈن لندن کا خلاصہ

خطبہ جمعہ کا یہ خلاصہ ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 14 نومبر 2014ء کو بیت الفتوح مورڈن لندن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو کہ مختلف زبانوں میں تراجم کے ساتھ حسب معمول ایم ٹی اے پر براہ راست نشر کیا گیا۔ حضور انور نے خطبہ جمعہ میں حضرت مصلح موعود کے بیان فرمودہ کچھ واقعات بیان فرمائے جو حضرت مسیح موعود کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں اور اسی طرح حضرت مصلح موعود کی اپنی زندگی کے بھی بعض پہلو نمایاں ہوتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت مسیح موعود کو والد ہونے کی وجہ سے نہیں مانا بلکہ جب میں گیارہ سال کا تھا تو میں نے مصمم ارادہ کیا تھا کہ اگر میری تحقیقات میں وہ نعوذ باللہ جھوٹے نکلے تو میں گھر سے نکل جاؤں گا مگر میں نے ان کی صداقت کو سمجھا اور میرا ایمان بڑھتا گیا حتیٰ کہ جب آپ فوت ہوئے تو میرا یقین اور بھی بڑھ گیا۔ حضرت مسیح موعود اپنے معاملات میں ہم بچوں کو بھی اور گھر کے ملازموں کو دعاؤں کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ پس جب وہ شخص جس کی سب دعائیں قبول کرنے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہوا تھا، دوسروں سے دعائیں کرانا ضروری سمجھتا ہے تو باقیوں کو کتنا اس طرف توجہ دینی چاہئے۔ قادیان میں بعض مخالفین نے بیت مبارک کے سامنے ایک دیوار کھینچ دی تا کہ لوگ نماز پڑھنے کے لئے بیت مبارک میں نہ جا سکیں۔ بعض احمدیوں کو اس پر جوش بھی آیا اور انہوں نے دیوار کو گرا دینا چاہا مگر حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ ہمارا کام صبر کرنا اور قانون کی پابندی اختیار کرنا ہے۔ حضور انور نے حضرت مصلح موعود کے الفاظ میں اس زمانے میں حضرت مسیح موعود کا بچوں سے دلداری، حکومت سے وفاداری کی تلقین اور قلم کے جہاد سے متعلق واقعات بیان فرمائے۔ اسی طرح رفقاء کا حضرت مسیح موعود کا ادب اور آپ کے مقام کا خیال رکھنے سے متعلق بھی حضرت مصلح موعود کا ایک واقعہ بیان فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے نوجوانوں کو ہمیشہ دینی آداب اور اخلاق کی طرف توجہ دینی چاہئے مگر ان کی طرف کم توجہ دی جاتی ہے حالانکہ یہ چیزیں انسانی زندگی پر بہت گہرا اثر ڈالتی ہیں۔ حضور انور نے اس ضمن میں ایم ٹی اے پاکستان کی جانب سے بنائے گئے بعض ایسے پروگراموں کی طرف اشارہ کیا جن میں دینی اخلاق وآداب اور جماعتی روایات کا خیال نہیں رکھا گیا۔ فرمایا کہ اس قسم کے پروگرام جو رببوہ سے بن کر آئیں ان کو کسی صورت میں بھی برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے آئندہ سے ایم ٹی اے والے جو پاکستان میں ہیں ان کو بھی اس بات کا خیال رکھنا چاہئے۔ فرمایا کہ مربیان کو تو خاص طور پر بہت توجہ دینے کی ضرورت ہے، ان کا اپنا ایک وقار ہے اور ان کو یہ سمجھنا چاہئے کہ ہم نے اس وقار کو قائم کرنا ہے۔

حضور انور نے حضرت مصلح موعود کے بچپن کا کھیل سے متعلق ایک اور واقعہ بیان فرمایا۔ آپ نے حضرت مسیح موعود سے کہا کہ آپ بھی ہمارے ساتھ کرکٹ کھیلنے کے لئے تشریف لائیں تو حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ تمہارا گیند تو گراؤنڈ سے باہر نہیں جائے گا۔ لیکن جو کرکٹ میں کھیل رہا ہوں اس کا گیند دنیا کے کناروں تک جائے گا۔ اب دیکھ لو کہ کیا آپ کا گیند دنیا کے کناروں تک پہنچا ہے کہ نہیں۔ آج جماعت احمدیہ کا پیغام ساری دنیا میں پہنچ رہا ہے۔ پھر ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ بغیر محنت کے کوئی دنیا میں انسان عزت حاصل نہیں کر سکتا۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں تمام عزت خدا نے ہمارے ساتھ وابستہ کر دی ہے۔ مخالفین کو بھی عزت اگر ملے گی تو وہ بھی میری وجہ سے۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ ادنیٰ تعلق فائدہ نہیں دیتا، اصل میں کمال ہی سے فضل ملتا ہے، بغیر اس کے انسان فضل سے محروم رہتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ انسان کامل طور پر اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے آگے ڈال دے اور اس کے آستانے پر گر رہے، تو اسے سب کچھ حاصل ہو جائے گا۔ اس لئے ہر احمدی کو اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ مانا ہے تو مکمل طور پر اس کے آگے اپنے آپ کو ڈالنا ہوگا۔ حضور انور نے فرمایا کہ میں اکثر توجہ دلاتا ہوں کہ ہمیں بیعت میں آ کر دوسروں سے مختلف نظر آنا چاہئے۔ خدا تعالیٰ کی ذات پر ایمان اور یقین، عبادات، اخلاق اور قانون کی پابندی میں امتیازی حیثیت حاصل ہونی چاہئے۔ تبھی ہم بیعت سے صحیح فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ حضور انور نے فرمایا کہ اہل اللہ پر جب تک تکالیف اور شدائد نہ آویں ان اخلاق کا اظہار ناممکن ہوتا ہے۔ اور جب انسان دنیاوی ہوا و ہوس اور نفس کی طرف سے بکلی موت اپنے اوپر وارد کر لیتا ہے تب اسے وہ حیات ملتی ہے جو فنا نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت مصلح موعود کی پاکیزہ نصائح پر عمل کرنے کی اور آپ کی سیرت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ حضور انور نے آخر پر مکرمہ ثریا بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری عبدالرحیم صاحب مرحوم آف ملتان حال مقیم مانچسٹر یوکے کی وفات پر ان کی نماز جنازہ حاضر اور مکرم محمود عبداللہ شبوطی صاحب آف یمن مربی سلسلہ کی وفات پر مرحوم کا ذکر خیر فرمایا اور نماز جمعہ کے بعد ان کی نماز جنازہ غائب پڑھانے کا بھی اعلان فرمایا۔

قبولیت دعا کے واقعات،نشانات اور خدائی تائیدات کے بارے میں حضرت مسیح موعود کی تحریرات اور مامور کی باتوں اور نصائح پر عمل کی تلقین

خداتعالیٰ نے میری تائید کیلئے بہت سے نشان ظاہر کئے جن کو لاکھوں انسانوں نے دیکھا اور وہ اس پر گواہ ہیں

میرے ساتھ وہی ہے جو میری مرضی کے لئے اپنی مرضی کو چھوڑتا ہے اور میری راہ پر چلتا ہے، اطاعت میں فانی ہے اور انانیت سے باہر آ گیا ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ فرمودہ 21 نومبر 2014ء بمقام بیت الفتوح مورڈن لندن کا خلاصہ

خطبہ جمعہ کا یہ خلاصہ ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 21 نومبر 2014ء کو بیت الفتوح مورڈن لندن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو کہ مختلف زبانوں میں تراجم کے ساتھ حسب معمول ایم ٹی اے پر براہ راست نشر کیا گیا۔حضور انور نے خطبہ جمعہ میں حضرت مسیح موعود کی تحریرات پیش فرمائیں جن میں آپ نے قبولیت دعا کے واقعات بیان فرمائے ،نشانات اور اللہ تعالیٰ کی تائیدات کا بھی ذکر فرمایا ہے اور نصیحت فرمائی ہے کہ خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرستادے کی باتوں کو سنو کہ اسی میں برکت ہے اور اس سلسلے کی ترقی خدا تعالیٰ کی تقدیروں میں ایک تقدیر ہے، اور اس کے ماننے میں ہی انسانیت کی بقاء ہے۔آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نواب علی محمد خاں صاحب رئیس لدھیانہ نے میری طرف خط لکھا کہ میرے بعض امور معاش بند ہو گئے ہیں آپ دعا کریں کہ تا کھل جاویں۔فرماتے ہیں کہ میں نے دعا کی تو مجھے الہام ہوا کہ کھل جائیں گے۔ میں نے بذریعہ خط ان کو اطلاع دے دی، پھر صرف دو چار دن کے بعد وہ ذریعہ معاش کھل گئے۔ ان کا حضرت مسیح موعود پر اعتقاد اس قدر بڑھا کہ محبت اور ارادت میں فنا ہو گئے۔ پھر آپ ایک اور جگہ پر فرماتے ہیں کہ چند دن ہوئے کہ سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب تاجر مدراس کی تجارت کے امور میں تفرقہ اور پریشانی واقع ہوگئی۔انہوں نے دعا کے لئے درخواست کی تب یہ الہام ہوا کہ ’’قادر ہے وہ بارگاہ ٹوٹا کام بناوے، بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پاوے‘‘۔ چنانچہ الہام کے مطابق ایسا ہی ہوا، پہلے کاروبار میں ترقی ہوئی اور پھر کچھ عرصہ کے بعد آہستہ آہستہ اس میں خرابی پیدا ہونا شروع ہوگئی اور کاروبار خراب ہوگیا۔حضور انور نے حضرت مسیح موعود کے ہی الفاظ میں مسیح موعود کا دو زرد چادروں میں آنے والی پیشگوئی کا تفصیل کے ساتھ ذکر فرمایا اور فرمایا کہ دو زرد چادروں سے مراد دو بیماریاں تھیں جو حضرت مسیح موعود کو لاحق تھیں، ان میں سے ایک شدید درد سر اور دوسری ذیابیطس تھی۔حضرت مسیح موعود کی دعا کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے بداثرات سے محفوظ رکھا۔پھر حضور انور نے حضرت مسیح موعود کے خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور برحق ہونے اور آپ کی سچائی پر خدائی صحیفوں میں بیان پیشگوئیاں اور نشانات کا تذکرہ فرمایا۔مسیح موعود کے زمانے میں اونٹنی کی سواری کے بیکار ہو جانے اور نئی نئی سواریوں کے ایجاد ہونے کے بارے میں آپ کے ارشادات بیان فرمائے۔اور پھر حضور انور نے آپ ہی کے الفاظ میں ڈپٹی عبداللہ آتھم کے بدانجام سے متعلق پیشگوئی اور اس کی صداقت بیان فرمائی۔

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ میں ان قرآنی برکات کو قصے کے طور پر بیان نہیں کرتا بلکہ وہ معجزات پیش کرتا ہوں کہ جو مجھ کو خود دکھائے گئے ہیں، وہ تمام معجزات ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہیں۔وہ زلزلے جو زمین پر آئے، وہ طاعون جو دنیا کو کھا رہی ہے، وہ انہی معجزات میں سے ہیں جو مجھ کو دکھائے گئے۔ یہ حوادث، یہ آفات ابھی بس نہیں بلکہ آنے والی آفات ان آفات سے بہت زیادہ ہیں اور بعض نئی وبائیں بھی ہیں جو پہلے ان سے کبھی اس ملک میں ظاہر نہیں ہوئیں۔فرماتے ہیں کہ معلوم نہیں کہ کس حصہ ملک میں یا عام ہوگا، اگر دنیا کے لوگ خدا سے ڈریں تو یہ آفات ٹل بھی سکتی ہیں کیونکہ خدا زمین و آسمان کا بادشاہ ہے۔ پھر لوگوں کو جہالت سے بچنے، اللہ تعالیٰ کی آواز کو سننے اور اپنی حالتوں کو خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق بنانے کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ اس وقت دین جس چیز کا نام ہے اس میں فرق آ گیا ہے، خدا تعالیٰ کے ساتھ صدق، وفاداری، اخلاص، محبت اور خدا پر توکل کالعدم ہو گئے ہیں۔اب خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ پھر نئے سرے سے ان قوتوں کو زندہ کرے۔اسی لئے اس نے اپنے مامور کو بھیج دیا ہے اور علوم وفنون میں ترقی ہو رہی ہے۔اتمام حجت کے لئے آسمان نشان ظاہر کر رہا ہے اور بہت سے لوگ ہیں جو ان نشانات سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔خدا تعالیٰ نے میری تائید کے لئے بہت سے نشان ظاہر کئے ہیں جن کو لاکھوں انسانوں نے دیکھا ہے اور وہ اس پر گواہ ہیں تاہم میں اپنے خدا پر کامل یقین رکھتا ہوں کہ آئندہ اس سلسلہ کو اس نے بند نہیں کیا۔وقتاً فوقتاً وہ اپنے ارادے سے جب چاہتا ہے نشان ظاہر کرتا ہے۔حضور انور نے فرمایا کہ آج کل جو دنیا کی جماعت کی طرف توجہ پیدا ہو رہی ہے، یہ بھی نشانوں میں سے ایک نشان ہے۔ پھر حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ مجھے درحقیقت انہوں نے ہی قبول کیا ہے جنہوں نے دقیق نظر سے مجھ کو دیکھا اور فراست سے میری باتوں کو وزن کیا اور میرے حالات کو جانچا اور میرے کلام کو سنا اور اس میں غور کی۔میرے ساتھ وہی ہے جو میری مرضی کے لئے اپنی مرضی کو چھوڑتا ہے اور میری راہ پر چلتا ہے اور اطاعت میں فانی ہے اور انانیت کی جلد سے باہر آ گیا ہے۔حضور انور نے آخر پر مکرم غلام قادر صاحب درویش قادیان کی وفات پر ان کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب پڑھانے کا اعلان فرمایا نیز چند ماہ قبل وفات پانے والے دو درویشان قادیان مکرم مرزا محمد اقبال صاحب اور مکرم چوہدری منظور احمد چیمہ صاحب کا بھی ذکر خیر فرمایا۔

انسان دنیاوی سہاروں کو ہی اپنے مقاصد کی کامیابی کا ذریعہ سمجھتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ ہی اصل استمداد کا حق رکھتا ہے اور مدد کرتا ہے

خدا کی عبادت کرتے اور اسی سے مدد چاہتے ہوئے خدا تعالیٰ کے در پر جھک جائیں

یہ مت سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اپنی طاقت سے کرتا ہوں۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی استعانت اور توفیق نہ ہو کچھ بھی نہیں ہوسکتا

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ فرمودہ 28 نومبر 2014ء بمقام بیت الفتوح مورڈن لندن کا خلاصہ

خطبہ جمعہ کا یہ خلاصہ ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 28 نومبر 2014ء کو بیت الفتوح مورڈن لندن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو کہ مختلف زبانوں میں تراجم کے ساتھ حسب معمول ایم ٹی اے پر براہ راست نشر کیا گیا۔ حضور انور نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ استعانت کے متعلق یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اصل استمداد کا حق اللہ تعالیٰ کو ہی حاصل ہے، یعنی تمہیں اپنے کاموں کی تکمیل کے لئے اگر کسی کی مدد کی ضرورت ہے تو وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو حقیقی رنگ میں تمہاری مدد کرسکتی ہے، مدد کرنے کی طاقت رکھتی ہے اور مدد کرتی ہے۔ یہ بات اتنی اہم ہے کہ ایک حقیقی مومن کو ہر وقت اسے اپنے سامنے رکھنا چاہئے، چاہے وہ ذاتی ضرورت کے لئے ہو یا جماعتی ضروریات کے لئے ہو۔ لیکن عملاً ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ اپنی ضرورتوں کے پورے کرنے کے مختلف ذرائع کو اپنے کام مکمل ہونے یا ضرورت پوری ہونے کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ حضرت مصلح موعود نے ایک جگہ مثالیں دے کر ایسے مواقع بیان فرمائے ہیں جہاں انسان سمجھتا ہے کہ استعانت اور مدد مختلف لوگوں نے کی ہے یا خود اپنے زور بازو سے اس نے اپنے مقصد کو حاصل کرلیا، کبھی وہ اپنے عزیز رشتہ داروں کو اپنے مقاصد میں کامیابی کا ذریعہ سمجھتا ہے تو کبھی اپنے دوست احباب اور ملنے والوں کو، کبھی نظام کو اپنا حاجت روا سمجھتا ہے تو کبھی حکومت اور کبھی انسانی ہمدردی کے لئے کام کرنے والی تنظیموں سے استمداد کا طلبگار ہوتا ہے۔ حضور انور نے فرمایا کہ اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جب ان میں سے کوئی بھی کام نہیں آتا اور نہ کوئی کامیابی کا ذریعہ بنتا ہے لیکن پھر بھی اگر کوئی انسان ان سب چیزوں کے باوجود اپنے مقصد کو حاصل کرلے تو وہ سمجھتا ہے کہ میری کامیابی یقیناً کسی غیبی مدد سے ہوئی ہے اور جتنا کسی کو غیبی مدد کا یقین ہوتا ہے اتنا ہی وہ اپنی کامیابی کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہے۔ لیکن اگر انسان خدا تعالیٰ پر کامل یقین رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی استمداد کا حق رکھتا ہے اور مدد کرتا ہے تو وہ اس کام کی کامیابی کو بھی خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرے گا جو کسی بیرونی مدد کے ذریعے اس نے تکمیل تک پہنچایا لیکن جو لوگ خدا تعالیٰ سے مضبوط تعلق نہیں رکھتے وہ دنیاوی ذرائع کو سب کچھ سمجھتے ہیں اور انہی کی طرف ان کی توجہ رہتی ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف ان کی نظر نہیں اٹھتی لیکن جب یہ تمام ذرائع ناکام ہوجاتے ہیں پھر انہیں خدا تعالیٰ یاد آتا ہے اور اس کو پکارتے ہیں کیونکہ اب خدا تعالیٰ کی یاد آنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہوتا۔

حضور انور نے فرمایا خدا فرماتا ہے کہ مشکل وقت میں ہر دوسری ذات تمہارا ساتھ چھوڑ جاتی ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے جو ساتھ رہتی ہے اور کام آتی ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اضطراب میں کی گئی جو دعائیں ہیں وہ قبول ہوتی ہیں، چاہے دہریہ بھی دعا مانگ رہا ہو۔ اللہ تعالیٰ دہریوں کو بھی اپنی ہستی کا ثبوت دینے کے لئے بعض دفعہ نشان دکھاتا ہے۔ فرمایا کہ دنیادار لوگ بھی مشکل وقت میں جب کوئی سہارا نظر نہ آرہا ہو تو خدا تعالیٰ کے سہارے کو پکڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو جن لوگوں کا دعویٰ اور اوڑھنا بچھونا ہی خدا تعالیٰ کی طرف نظر رکھنے کا ہے ان کو کس قدر اس بات کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ ہماری نظر ہر وقت خدا تعالیٰ کی طرف رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی لئے ہمیں ایاک نعبد ...... کی دعا سکھائی ہے، جس کو نماز کی ہر رکعت میں پڑھنے کا حکم ہے تا کہ کبھی بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہماری نظر نہ ہٹے، کبھی بھی ہم دنیاوی سہاروں کی طرف نظر نہ رکھیں۔ ہاں ظاہری تدبیر کا بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کرو لیکن توکل خدا تعالیٰ کی ذات پر ہونا چاہئے۔ ہم نے اعلیٰ معراج حاصل کرنے والے مومنین کی طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت اور استعانت کا ادراک حاصل کرکے اس پر عمل کرنا ہے۔ ہمارے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کہ خدا تعالیٰ کے سامنے جھک جائیں اور ایاک نعبد...... کی روح کو سمجھتے ہوئے خدا تعالیٰ کے در کے ہوجائیں۔ فرمایا کہ ہر جگہ ہمارے راستے میں مشکلات کھڑی کی جارہی ہیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ یقیناً یہ مخالفت کی آگیں اپنی آگ میں خود جل جائیں گی لیکن ہمیں اپنے فرائض کو ادا کرنا نہیں بھولنا چاہئے۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایاک نعبد کی تعلیم دی ہے اور ممکن تھا کہ انسان اپنی قوت پر بھروسہ کرلیتا اور خدا سے دور ہوجاتا اس لئے ساتھ ہی ایاک نستعین کی تعلیم دے دی کہ یہ مت سمجھو کہ یہ عبادت جو میں کرتا ہوں اپنی قوت اور طاقت سے کرتا ہوں، ہرگز نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی استعانت جب تک نہ ہو اور وہ خود پاک ذات توفیق اور طاقت نہ دے کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔ پس اس اہم حقیقت کو بھی ہمیں ہر وقت سامنے رکھنا چاہئے۔

حضور انور نے فرمایا دنیا کے حالات جس تیزی سے بدل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جماعت کی ترقی کا ذریعہ بنائے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے اور اس کی مدد اور نصرت سے فیضیاب ہونے والے ہوں اور ہوتے چلے جائیں۔ آمین

اللہ تعالیٰ، رسول اللہؐ اور اولوالامر کی اطاعت سے متعلق قرانی حکم کی حقائق و معارف سے پُرتشریح اور اس پر عمل کے لئے قیمتی نصائح

اطاعت اگر سچے دل سے کی جائے تو دل میں ایک نور اور روح میں ایک لذت اور روشنی آتی ہے

کوئی قوم قوم نہیں کہلاسکتی اور یگانگت کی روح نہیں پھونکی جاتی جب تک وہ فرمانبرداری کے اصول کو اختیار نہیں کرتی

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ فرمودہ 5 دسمبر 2014ء بمقام بیت الفتوح مورڈن لندن کا خلاصہ

خطبہ جمعہ کا یہ خلاصہ ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 5 دسمبر 2014ء کو بیت الفتوح مورڈن لندن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو کہ مختلف زبانوں میں تراجم کے ساتھ حسب معمول ایم ٹی اے پر براہ راست نشر کیا گیا۔ حضور انور نے خطبہ کے شروع میں سورۃ النساء آیت 60 کی تلاوت و ترجمہ کے بعد فرمایا کہ اس آیت میں ایک حقیقی مومن کے بارے میں یہ اصولی بات بیان فرمادی کہ اس نے اپنے اطاعت کے وصف کو نمایاں اور نکھار کر دکھانا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اولوالامر یعنی حکومت وقت کی اطاعت کا حکم ہے۔ تو گورنمنٹ جو بات شریعت کے موافق کرتی ہے وہ منکم میں داخل ہے، اگر حکومت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح حکم کے خلاف کوئی حکم دے تو پھر بہر حال اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کا حکم مقدم ہے۔ عموماً دنیاوی احکامات میں ایک مومن کا کام ہے کہ مکمل طور پر ملکی قوانین کی پابندی کرے۔

حضور انور نے حضرت مسیح موعود کا ایک اقتباس پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ اس اقتباس میں حضرت مسیح موعود نے بہت سی باتوں کی وضاحت فرمادی ہے۔ اولوالامر سے مراد جسمانی طور پر بادشاہ اور روحانی طور پر امام الزمان ہے حکومت کے دنیاوی نظام کے اندر ایک روحانی نظام بھی چل سکتا ہے اور چلتا ہے اور ہم خوش قسمت ہیں کہ اس روحانی نظام کا ہم حصہ ہیں اور امام الزمان کے نظام کو جاری کرنے کے لئے ہی اللہ تعالیٰ نے خلافت کا نظام بھی جاری فرمایا ہے جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی حکومت دلوں میں قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے اور تنازعہ کی صورت میں اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم کے مطابق فیصلہ کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ اطاعت اگر سچے دل سے کی جائے تو دل میں ایک نور اور روح میں ایک لذت اور روشنی آتی ہے۔ فرمایا کہ یقیناً اس سے مراد روحانی نظام کی اطاعت ہے اور یہ معیار ہے ہر ایک کے لئے اپنی اطاعت کے ماپنے کا۔ کہ کیا دل میں نور پیدا ہو رہا ہے اور روح میں لذت اور روشنی آ رہی ہے۔ حکومت وقت کی اطاعت سے امن و سکون تو پیدا ہوگا لیکن روحانی روشنی اور لذت روحانی نظام کی اطاعت میں ہی ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ پھر اپنے روحانی معیار کو بلند کرنے کے لئے ایک نکتہ حضرت مسیح موعود نے یہ بیان فرمایا کہ مجاہدات کی اس قدر ضرورت نہیں جتنی اطاعت کی ہے۔ فرمایا جو لوگ اپنی نمازوں اور عبادتوں پر مان کر رہے ہوتے ہیں اور اطاعت سے باہر نکلتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث نہیں بن سکتے۔ پھر آپ نے اطاعت کے معیار حاصل کرنے کے لئے ایک اہم بات یہ بیان فرمائی کہ اطاعت میں ہوائے نفس کو ذبح کرنا ضروری ہے، اپنے تکبر اور انانیت کو مارنا ہوگا اور اپنی خواہشات کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی مرضی کے موافق کرنا ہوگا۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ بڑے بڑے موحدوں کے دلوں میں بھی بت بن سکتے ہیں۔ بے شک دعویٰ خدائے واحد کی عبادت کا ہو لیکن اگر خود پسندی اور فخر کے بت دلوں میں بیٹھے ہوں گے جو ایک وقت میں انسان کو ادنیٰ اطاعت سے بھی باہر نکال دیتے ہیں۔ حضور انور نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود نے قومی ترقی کو بھی اطاعت سے باندھ کر واضح فرمایا کہ کوئی قوم قوم نہیں کہلاسکتی اور ان میں ملّیت اور یگانگت کی روح نہیں پھونکی جاتی جب تک فرمانبرداری کے اصول کو اختیار نہیں کریں گے۔ آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ترقی جماعت کے ساتھ رہنے، امام وقت کی باتیں سننے اور اطاعت سے ہی ملتی ہے، اس کے بغیر ترقی نہیں مل سکتی۔ ہم احمدی جو ایک جماعت سے جڑے ہوئے ہیں ہمیں کامل فرمانبرداری کے معیاروں کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ جب اطاعت کریں گے تو انجام تو بہتر ہوگا ہی، اس سے انقلاب بھی پیدا ہوگا۔ حضور انور نے دنیاوی نظام میں بھی اس اطاعت اور فرمانبرداری کے نتیجے میں انقلاب پیدا ہونے کے بارے میں نپولین بادشاہ کی مثال بیان کی اور فرمایا کہ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ نپولین اور اس جیسے دوسرے لیڈروں کے پاس تو خدا تعالیٰ کی وہ تائید نہیں تھی جو سچے مذہب کے پاس ہوتی ہے لیکن پھر بھی انہوں نے انقلاب پیدا کیا۔ لیکن بیعت کرنے والوں کی تو مختلف صورت ہوتی ہے۔ بیعت کا تو مفہوم ہی اطاعت میں اپنے آپ کو فنا کرنا ہے اور یہ مفہوم اتنا بلند ہے کہ دنیاوی امور میں فرمانبرداری اس کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔

حضور انور نے آنحضرت ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کے واقعات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ صحابہؓ کی یگانگت اور اطاعت ایسی تھی کہ اس نے دلوں کو فتح کرلیا تھا۔ پس اس اتحاد کی ضرورت ہے۔ اس لئے صحابہؓ کا نمونہ اپنے اندر پیدا کرو اور یہ اس وقت ہوگا جب ہم میں سے ہر ایک میں اطاعت اور فرمانبرداری پیدا ہوگی۔ یہ ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ ہر احمدی کی کہ حضرت مسیح موعود کی بیعت میں آکر اطاعت کا ایسا نمونہ بنے جو دنیا کی توجہ اپنی طرف کھینچنے والا ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جو توقعات حضرت مسیح موعود نے ہم سے رکھی ہیں ہم ہمیشہ انہیں پورا کرنے والے ہوں۔ آمین

حضرت مسیح موعود کی سچائی، مقام ومرتبہ اور خدا تعالیٰ کی تائید ونصرت کے واقعات۔حضرت مصلح موعود کے ارشادات کی روشنی میں

مقدمہ اقدام قتل کا تفصیلی ذکر، کیپٹن ڈگلس کے نواسے نے بیعت لینے کی درخواست کردی

ہمیشہ دعاؤں اور ذکر الٰہی میں لگے رہنا چاہئے کہ وہ دن اسے نصیب ہو جب اللہ تعالیٰ اپنے سچے دین کی سچائی اس کے لئے کھول دے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ فرمودہ 12 دسمبر 2014ء بمقام بیت الفتوح مورڈن لندن کا خلاصہ

خطبہ جمعہ کا یہ خلاصہ ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 12 دسمبر 2014ء کو بیت الفتوح مورڈن لندن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو کہ مختلف زبانوں میں تراجم کے ساتھ ایم ٹی اے پر براہ راست نشر کیا گیا۔حضور انور نے حضرت مصلح موعود کے حوالے سے حضرت مسیح موعود کے وقت کے بعض واقعات بیان فرمائے۔فرمایا کہ ان واقعات سے ہمیں حضرت مسیح موعود کے مقام ومرتبہ اور آپ کے ساتھ تائید الٰہی کا پتہ چلتا ہے۔فرمایا کہ سورۃ یونس کی آیت 17 میں خدا کے مرسل کی سچائی کا معیار بیان ہوا ہے۔حضرت مصلح موعود نے آپ کی سچائی کے بارے میں فرمایا حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ سے پہلے کی زندگی کو دیکھتے ہیں تو آپ نے یہاں کے ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں کو بار بار چیلنج دیا کہ کیا تم میری پہلی زندگی پر کوئی اعتراض کر سکتے ہو تو ان میں سے کسی کو جرأت نہ ہوئی بلکہ آپ کی پاکیزگی کا اقرار کرنا پڑا۔مولوی محمد حسین بٹالوی جو بعد میں سخت ترین مخالف ہو گئے نے اپنے رسالے میں آپ کی زندگی کی پاکیزگی اور بے عیب ہونے کی گواہی دی۔اسی طرح بعض دیگر مخالفین کی آپ کے پاکباز ہونے کی گواہی موجود ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سورۃ مومن میں فرماتا ہے کہ ہم اپنے بھیجے ہوئے کی مدد فرماتے ہیں۔حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کو طرح طرح سے مارنے کی کوشش کی گئی، آپ پر جھوٹے مقدمے اقدام قتل کے بنائے گئے۔حضور انور نے ہنری مارٹن کلارک والے مقدمے اور اس میں آپ کی بریت کا ذکر فرمایا۔فرمایا کہ مولوی عمر الدین صاحب شملوی بھی نصرت الٰہی کے معیار کو پرکھ کر احمدی ہوئے۔حضور انور نے حضرت مسیح موعود پر بعض اور جھوٹے مقدمے بنائے جانے پر عدالت سے آپ کے باعزت بری ہونے، آپ کو کمرہ عدالت میں عزت کا مقام دیئے جانے، آپ کے مخالفوں کی ذلت ہونے اور ان کا جھوٹا ثابت ہونے کے بارے میں بعض واقعات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو کہ یہ آیات بیّنات ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے دشمن کے ہاتھوں سے آپ کو بری فرمایا۔حضور انور نے عدالت کے انگریز مجسٹریٹ کیپٹن ڈگلس کو حضرت مرزا صاحب کی سچائی پر خدائی نشانات دکھائے جانے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ سب ہمارے لئے آیات بیّنات ہیں اللہ تعالیٰ نے سرڈگلس کے لئے اور آیات بیّنات بھی پیدا کیں، ان میں سے ایک یہ تھی کہ انہیں ٹہلتے ٹہلتے حضرت مسیح موعود کی تصویر نظر آتی تھی اور وہ تصویر کہتی تھی کہ میں بے گناہ ہوں، میرا کوئی قصور نہیں۔سرڈگلس حضرت مسیح موعود کی سچائی کے واقعات دوسروں کو بھی سنایا کرتے تھے۔

حضور انور نے فرمایا کہ نشانات کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔سو سال سے اوپر عرصہ گزر جانے کے بعد آج کے زمانے میں سرڈگلس کے نواسے نے مجھے پیغام بھجوایا کہ میں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔فرمایا کہ یہ ہے نشان کہ آج اس کے نواسے کو یہ احساس پیدا ہو رہا ہے کہ وہ سچائی جو سرڈگلس کو دکھائی گئی، اس سچائی کو میں آج قبول کرتا ہوں۔فرمایا کہ آپ لوگ ہنری مارٹن کلارک کے پوتے کا قصہ تو سن ہی چکے ہیں کہ اس نے یہاں آ کر واضح طور پر اعلان کیا تھا کہ میرا پڑدادا غلط تھا اور حضرت مرزا صاحب سچے تھے۔حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ مومن کو ہمیشہ دعاؤں اور ذکر الٰہی میں لگے رہنا چاہئے کہ وہ دن اسے نصیب ہو جب اللہ تعالیٰ اپنے سچے دین اور اپنی ذات میں سچائی اس کے لئے کھول دے اور اس کو خدا تعالیٰ اور محمد رسول اللہ ﷺ کا نورانی چہرہ نظر آ جائے۔پس اگر انسان اللہ تعالیٰ کا ہو جائے تو پھر دنیا کی ہر شے اس کی ہو جاتی ہے۔پھر دنیا کی کوئی چیز تمہیں ضرر نہیں پہنچا سکے گی۔ہم نے اپنی آنکھوں سے حضرت مسیح موعود کی زندگی میں ایسے بیسیوں واقعات دیکھے کہ آپ کے پاس نہ تلوار تھی نہ کوئی اور سامان حفاظت مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کے سامان کر دیئے۔تمام مخالفتوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق نہ صرف آپ محفوظ رہے بلکہ آپ کی جماعت بھی بڑھتی رہی، قادیان بھی ترقی کرتا رہا۔

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ ایک زمانہ تھا کہ یہاں احمدیوں کو بیوت الذکر میں نہیں جانے دیا جاتا تھا۔کنویں سے پانی نہیں بھرنے دیا جاتا تھا، کمہاروں کو ممانعت کر دی گئی تھی کہ احمدیوں کو برتن نہیں دینے۔ایک زمانے میں یہ ساری مشکلات تھیں مگر اب وہ لوگ کہاں ہیں، ان کی اولادیں احمدی ہو گئی ہیں اور وہی لوگ جنہوں نے احمدیت کو مٹانے کی کوشش کی ان کی اولاد اسے پھیلانے میں مصروف ہے۔حضور انور نے فرمایا کہ پس یہ باتیں حضرت مسیح موعود کی سچائی کی دلیل ہیں اور آپ کے بعد جاری خلافت کے ساتھ خدا تعالیٰ کی تائید ونصرت کی دلیل ہیں اور ہمارے ایمانوں میں اضافہ کرنے والی ہیں۔

”وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا“

حبیب الرحمٰن زیروی

مسلم بے چارہ قیدِ عیسوی میں ہے پھنسا
یہ خدائی کفر کی ہے یا خدائی آپ کی

ہمارے سید و مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ آخری زمانہ میں مسلمان باوجود بہت بڑی تعداد میں ہونے کے مغلوب ہو جائیں گے اور عیسائی ان پر غالب آجائیں گے۔ صحابہ کرام نے یہ بات سن کر دریافت فرمایا کہ حضور مسلمان باوجود کثیر التعداد ہونے کے مغلوب ہو جائیں گے؟ حضورؐ نے فرمایا۔ ہاں، لیکن یہ کثرت ایسی ہی ہوگی۔ جیسے سیلاب کے سامنے خس و خاشاک!۔ پھر فرمایا کہ جب اہل صلیب کا غلبہ ہو جائے گا تو مسیح موعود آکر صلیب کو توڑ دے گا۔ اور اسلام کو دوبارہ زندگی مل جائے گی اور مغلوب ہو جانے کے بعد غالب آجائے گا اور مسلمان اس کے ذریعہ نجات پائیں گے۔

قرآن شریف میں ان امور کا ذکر ۔۔۔فُتِحَتْ يَأْجُوْجُ وَمَأْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ (الانبیاء:97)۔۔۔وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا (الکھف:100) کے الفاظ میں کیا گیا ہے۔ جو اصحاب تاریخ اسلام سے واقفیت رکھتے ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ سولہویں صدی عیسوی تک اسلام اپنے کمال عروج اور شان و شوکت کو پہنچ گیا تھا۔ مکہ مکرمہ اس کا مرکز تھا اس کی حدود ایک طرف چین ہو اور دوسری طرف جرمنی اور فرانس سے ٹکرا رہی تھیں اور مغرب میں موجودہ غانا تک اور شمال میں مراکش اور جنوب میں جزائر انڈونیشیا تک صدائے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پانچ وقت بلند مقامات سے گونج رہی تھی اور ساری زمین وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا (الزمر:70) کا مصداق بنی ہوئی تھی اور نور خدا ایسے رنگ میں چمک رہا تھا کہ یورپ و ایشیا و افریقہ سب ہی منور تھے اور اسلام کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ یہ اہل مشرق کا مذہب ہے یا اہل مغرب کا اور 3(النور:36) کی عملی طور پر تصدیق ہو رہی تھی۔

لیکن اس کے بعد رفتہ رفتہ کچھ ایسا تغیر مسلمانوں پر آنا شروع ہوا کہ انیسویں صدی عیسوی کے آخر تک سب اسلامی ممالک یکے بعد دیگرے مغلوب ہو گئے اور یورپ کی عیسائی حکومتیں ان کی بے خبری میں ہی ان پر مسلط ہو گئیں۔

دنیا میں ہندوستان ہی ایک ایسا ملک تھا جس میں مسلمانوں کا سواد اعظم (یعنی دس کروڑ مسلمان) بستا تھا۔ مگر یہ ملک بھی عیسائیوں کے ہاتھ میں پڑ گیا۔ پھر دوسرے کسی ملک کی کیا مجال تھی کہ وہ اس سیلاب کا مقابلہ کر سکے۔ انڈونیشیا جس میں پانچ کروڑ مسلمان تھے۔ اس پر بھی اہل صلیب کا قبضہ ہو گیا۔

انہی ممالک میں سے ایک براعظم افریقہ بھی تھا۔ جس کے شمال، مشرق اور مغرب میں مسلمانوں کی حکومتیں تھیں۔ مگر یہ براعظم بھی سولہویں صدی سے انیسویں صدی کے آخر تک اسیر اہل مغرب ہو گیا۔ کسی جگہ بیلجیئم نے قبضہ کر لیا۔ کسی جگہ فرانس ٹوٹ پڑا۔ کسی جگہ پرتگیز، کسی جگہ جرمن، کسی جگہ اٹلی اور کسی جگہ انگریز اور براعظم افریقہ مختلف علاقوں میں تقسیم ہو کر پارہ پارہ ہو گیا اور تلاش کرنے پر بھی کوئی ایسا ملک نہ نظر آئے گا۔ (سوائے حبشہ کے) جس پر غیر ملکیوں نے قبضہ نہ کر لیا ہو۔ اور یہ سب ممالک یکے بعد دیگرے اسیر فرنگ ہو گئے اور براعظم افریقہ پچاس ملکوں میں تقسیم ہو گیا۔ اس کا سونا، لوہا، پٹیل، غلے جو آپ کو جانے لگے۔ اور اس کے لاکھوں باشندے غلام ہو کر امریکہ و یورپ و مشرق بعید میں یورپین اقوام کی کھیتی باڑی کرنے کے لئے بکھر گئے۔ اور اپنی شوئ قسمت پر رونے لگے۔

اس وقت جبکہ عالم اسلامی مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک اسیر ہو گیا اور براعظم افریقہ بھی کلی طور پر اسیر یورپین اقوام ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو مسیح موعود بنا کر مبعوث فرمایا اور آپ کو مسیح موعودؑ بنایا۔ تا صلیب کو پاش پاش کر دیا جائے اور اسلام کو دوبارہ غلبہ عطا کیا جائے۔

یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا ایک بہت بڑا دعویٰ تھا۔ اور دنیا کو شیطانی چنگل سے آزاد کرنا ایک بہت بڑا کام تھا جس کا بظاہر نظر پورا ہونا ناممکن تھا۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک چلہ بمقام ہوشیار پور فرمایا۔ اس چلہ میں آپ کو بہت سی بشارتیں اور تجلیات کا وعدہ دیا گیا۔ ان بشارتوں میں سے ایک عظیم الشان بشارت یہ بھی تھی کہ تجھے ایک بیٹا عطا کیا جائے گا جس کے ذریعہ بہت سے کام ہوں گے۔ ان میں ایک یہ بھی کام یا بشارت تھی کہ ”وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔“

آخر جنوری 1889ء میں وہ بیٹا پیدا ہوا اور اس کا نام حسب وحی الٰہی بشیر الدین محمود احمد رکھا گیا۔

زمانہ آہستہ آہستہ گزرتا گیا یہاں تک کہ 1914ء آگیا۔ جبکہ موعود باپ کا موعود بیٹا مسند خلافت پر متمکن ہوا۔ اس خلافت کے شروع ہوتے ہی اہل صلیب میں پھوٹ پڑ گئی اور وہ ایک دوسرے سے نبرد آزما ہو گئے۔ زمین آسمان اور سمندروں میں جنگ ہوئی اور اتنی بڑی اور زبردست جنگ ہوئی کہ ساری دنیا نے یک زبان ہو کر Great world war یعنی ساری دنیا کی بہت بڑی جنگ اس کا نام رکھ دیا اور اسی جنگ نے اسیروں کی رہائی کے سامان پیدا ہونے کی بنیاد رکھ دی۔ عالم کباب ہوا۔ خون کی ندیاں چلیں۔ تجلیات الٰہیہ کی جھلک نظر آنے لگی۔

اہل بصیرت نے شروع ہی سے سمجھ لیا تھا کہ محمود ہی پسر موعود اور موعود مصلح ہے

جو مفسد یعنی دجال کے مفاسد کا علاج کرے گا۔ مگر کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو جو منور تسلی یافتہ نہ تھے۔ وہ کہتے تھے کہ دعوے مصلح موعود ہونے کا کریں۔ تو تب مانیں گے۔ تم قیاس کرتے ہو اور ہم مدعی کا اپنا دعویٰ اور یقین چاہتے ہیں جب تک مدعی کا خود دعویٰ نہ ہو۔ مدعی سست گواہ چست والی بات ہے۔

آخر تیس سال گزرنے کے بعد 1944ء آ گیا۔ اس سال خود حضرت خلیفہ ثانی مسیح موعود مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے دعویٰ کر دیا کہ مجھے میرے خدا نے اطلاع دی ہے کہ تو ہی مصلح موعود ہے اور میں ہی وہ پسر موعود ہوں جس کا وعدہ اشتہار 20/ فروری 1886ء میں دیا گیا تھا۔ آپ کے اس دعویٰ کے بعد جہاں اور بہت سارے تغیرات دنیا میں ہوئے۔ وہاں آپ بہت بڑی شان کے ساتھ اسیروں کی رستگاری کا موجب بھی ہوئے۔ ظاہر ہے کہ اسیر اسی شخص کو عربی زبان میں کہا جاتا ہے جو جنگ میں مغلوب ہو کر فاتح دشمن کے ہاتھ میں پڑ گیا ہو اور اس کے دشمن کو اختیار ہو کہ وہ اس سے جیسا سلوک چاہے کرے۔ جہاں اور جیسے چاہے رکھے۔ جو کام اس سے چاہے لے۔

آپ کے دعویٰ مصلح موعود کے بعد دنیا کے بہت سے اسیر انڈونیشیا سے لے کر ملک شام تک آزاد ہوئے ہیں۔ اور سب سے پہلا ملک جس نے غلامی کی زنجیروں سے آزادی پائی وہ آپ کا ملک ہندوستان ہی ہے اور جس قدر دنیا میں دوسرے ممالک غلامی کی زنجیروں سے رہا ہوئے ہیں۔ وہ ہندوستان کے بعد ہی رہا ہوئے ہیں۔ براعظم افریقہ ہی وہ پہلا براعظم ہے جس کی روحانی نجات کے لئے حضرت مصلح موعودؓ نے دیگر سب براعظموں سے پہلے توجہ فرمائی تھی۔ گو ساری دنیا دجال کے دھوکہ میں آ چکی تھی اور سمجھتی تھی کہ براعظم افریقہ ایک سیاہ براعظم (Dark Continent) ہے۔ مگر آپ نے اس سیاہ کو اسلام کی (سنہری شعاعوں سے منور کرنے کا ارادہ اور عزم کیا اور اس مقصد میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت بڑی کامیابی ہوئی ہے جس کا دشمن اسلام بھی کبھی کبھی بادل نخواستہ اعتراف و اظہار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ اللہ تعالیٰ ہی کے متعلق پہلی بشارت میں جو خبر دی تھی کہ "وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم ہو گا۔" "قومیں اس سے برکت پائیں گی۔"

آپ کے دعویٰ مصلح موعود ہونے کے وقت براعظم افریقہ 50 ملکوں میں تقسیم ہو کر یورپین اقوام کے ہاتھ میں تھا اور افریقہ کے کالے باشندے اسیروں سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے اور کسی کالے (افریقن) کی مجال نہ تھی کہ وہ "سفید آدمی" کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ سکے۔ بلکہ کالے تو سفید آدمی کو دور سے ہی دیکھ کر جنگلوں کی طرف بھاگ جاتے تھے۔ تا کہیں ان کو بھی غلام بنا کر کسی اور ملک میں نہ بھیج دیا جائے۔ اگر آپ خلافت ثانیہ کے اختتام کے وقت براعظم افریقہ کا نقشہ ملاحظہ کریں تو آپ کو اس کا ¾ حصہ سے زیادہ حصہ آزاد نظر آئے گا۔ اور اس کے پچاس ملکوں میں سے اس وقت تک 32 ملک آزاد پائیں گے یا بہ لفظ دیگر بیس کروڑ 81 لاکھ آٹھ ہزار اسیر رہا ہو چکے تھے۔ اور یہ خدا تعالیٰ کا ایک عظیم الشان نشان ہے جو اسیروں کے رستگار محمود کے عہد میں ظاہر ہوا۔ فسبحان اللہ احسن الخالقین۔

پاک و ہند کی تقسیم

مندرجہ ذیل خط جو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں 1947ء میں لکھا گیا ہے۔

"سیدنا و امامنا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اشتہار 20/ فروری 1886ء میں جو کلام الٰہی مصلح موعود کی شان میں تحریر ہے وہاں علاوہ دیگر علامات کے مصلح موعود کا یہ نشان بھی ہے کہ

"وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا۔" اللہ تعالیٰ کا یہ کلام کئی رنگوں میں حضور پُر نور کے وجود مبارک کے ذریعہ سے پورا ہو چکا ہے۔ مگر اب ایک نئے رنگ میں اس کا ظہور ہوا ہے۔ جس سے مجھے ایک عجیب خوشی و مسرت حاصل ہوئی ہے۔ 20/ فروری 1886ء کو جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خود بھی علم نہیں تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعود کے عہدہ جلیلہ پر منتخب ہو چکا ہوں اور جبکہ حضورؑ ابھی گمنامی کی حالت میں اور پھر غربت کے عالم میں تھے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "میں نے تیری تضرعات کو سنا" اور پھر پسر موعود اور مصلح موعود کی بشارت دی اور حضورؑ نے اس بشارت کو صداقت اسلام کے نشان کے طور پر روئے زمین پر مشتہر فرمایا۔ وہ مصلح موعود تو حضور انور ہی تھے۔ مگر اس وقت چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انکشاف تام نہ ہوا تھا۔ اس لئے خدا کا یہ کلام کہ "وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا۔" مجمل طور پر پورا ہوتا رہا اور روحانی نابیناؤں کی آنکھ نے حضور کو نہ دیکھا۔ پھر 1944ء میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے کامل طور پر انکشاف فرما دیا اور حضور انور نے علی الاعلان دعویٰ فرمایا کہ میں ہی مصلح موعود ہوں۔ چنانچہ اس کے بعد جبکہ ابھی جنگ جاری تھی۔ کئی قومیں اور ملک غلاموں سے بھی بدتر زندگی بسر کر رہے تھے کہ حضور کے اس دعویٰ کے معاً بعد جنگ کے مہیب بادل چھٹنے شروع ہوئے اور 1945ء میں جنگ کا خاتمہ ہوا اور قوموں کی کئی قسموں کی "رستگاری" عمل میں آئی۔ یہ بھی ایک لمبا مضمون ہے۔

اس کے بعد حضور انور نے بحیثیت مصلح موعود (جبکہ حضور نے کامل انکشاف کے بعد دعویٰ فرمایا) اپنے خطبہ مبارک کے ذریعہ برٹش گورنمنٹ کو توجہ دلائی اور اس گورنمنٹ سے خواہش فرمائی کہ وہ ہندوستان کو آزاد کر دیوے۔ اس وقت چرچل گورنمنٹ تھی۔ جس کے متعلق تمام ہندوستان کی بلکہ بڑے بڑے لیڈروں کی یہ رائے تھی کہ وہ ہندوستان کو آزاد کرنا نہیں چاہتی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حالات میں حضور انور کو بمقام ڈلہوزی انگلستان کے زلزلہ کی خبر دی۔ اور مسٹر "ماریسن" کی کامیابی اور ان کی پارٹی کی کامیابی کی اطلاع دی اور پھر ان کو کامیاب کر کے غیر معمولی حالات میں چرچل گورنمنٹ کو بدل دیا۔

مسٹر ماریسن اور اس کی پارٹی نے ہندوستان کی آزادی کا کام شروع کیا اور انگریزوں کے موافقوں اور مخالفوں تک نے تسلیم کیا۔ کہ لیبر گورنمنٹ دیانتداری سے ہندوستان کو آزاد کرنا چاہتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مصلح موعود کی صداقت اور اس کے منجانب اللہ ہونے کا ایک عظیم

الشان نشان برٹش گورنمنٹ کے ہاتھوں اس طرح پورا کرایا کہ عین 20/فروری 1947ء کو میجر اٹیلی وزیر اعظم نے اعلان کیا کہ جون 1948ء میں ہندوستان کو خالی کر دیا جائے گا۔" (روزنامہ الفضل قادیان 18/مارچ 1947ء)

1947ء کے فسادات میں جب کہ اسلام کے نام لیواؤں کو مشرقی پنجاب میں قتل کیا جا رہا تھا اور خون کی ندیاں بہائی جا رہی تھیں تمام مشرقی پنجاب میں قتل کیا جا رہا تھا اور خون کی ندیاں بہائی جا رہی تھیں اور مسلمان مشرقی پنجاب چھوڑ کر پاکستان پہنچ چکے تھے۔ صرف چند ہزار انسان قادیان میں موجود تھے جو اپنے محبوب اور پیارے مرکز کی خاطر جانیں قربان کرنے کی انتظار میں زندہ تھے۔ چاروں طرف سے دشمن نے گھیرا ڈالا ہوا تھا اور بڑے بڑے فوجی افسروں کی نظر میں بھی یہ امر محال دکھائی دیتا تھا کہ یہ مقید اور محصور لوگ بچ سکیں گے مگر آپ کی دعاؤں اور حسن تدبیر کا نتیجہ تھا کہ یہ لوگ صحیح سلامت باعزت طور پر پاکستان پہنچے۔ دوسرے قافلوں کی طرح پیدل اور بھوکے پیاسے نہیں۔ بلاموٹروں پر بغیر کسی خوف کے آرام اور امن کے ساتھ الہام خداوندی کو پورا کرتے ہوئے دیکھا کہ "وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا۔"

اس کے علاوہ حکومت نے باوجود اظہار وفاداری اور پرانی روایات کی یاددہانی کے بھی بہت سے سرکردہ احباب جماعت کے وارنٹ گرفتاری جاری کرکے ان کے قیدی بنانے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ مگر اسیروں کے رستگار کی دعاؤں اور تدابیر نے انہیں اس سے بچالیا اور بعض کو توسچ مچ قید میں بھی لے جایا گیا۔ چنانچہ اس وقت کے ہندوستان اور پاکستان کے حالات کے پیش نظر یہ امید تک بھی نہ کی جاسکتی تھی کہ یہ لوگ بچ کر آجائیں گے مگر حیرانی ہے کہ خود وہ قیدی ہی زندان کی آہنی سلاخوں میں یہ منادی کر رہے تھے کہ ہم ضرور رہا ہوں گے اور دنیا کی کوئی طاقت اس میں روک نہیں بن سکتی اور یہ ان کا ہی خیال نہ تھا بلکہ بعض غیر مسلم بھی یہ محسوس کرتے تھے کہ یہ لوگ نہ صرف خود رہا ہوں گے بلکہ دوسروں کی رہائی کا بھی ذریعہ بنیں گے۔ چنانچہ مکرم و محترم جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کا بیان ہے کہ ایک ہندو وکیل نے ان سے کہا کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ آپ کی یہ قید تو ضرور کسی خاص حکمت کے ماتحت ہے۔ اور اس کا مقصد صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ تا آپ کے امام اور خلیفہ کی دعاؤں کے باعث دوسرے مسلمان بھی رہائی پائیں کیونکہ جس درد اور سوز کے ساتھ آپ کی قید کے باعث آپ کے خلیفہ صاحب دعائیں اور تدبیریں کر سکتے ہیں۔ عام لوگوں کی قید پر نہ کر سکتے تھے۔ سو یہ بات اس ہندو وکیل کی سو فیصدی سچ نکلی اور جہاں احباب جماعت نے اپنے قیدی بھائیوں کی رہائی کے لئے دعائیں اور کوششیں کیں وہاں خود حضرت اقدس نے بھی ان کی رہائی کے لئے دعائیں فرمائیں۔ چنانچہ ان لوگوں کی رہائی سے کافی عرصہ پہلے آپ نے اپنی ایک رویا بھی بیان فرمائی جس میں جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کی رہائی کی خبر دی گئی تھی (الفضل 7/اکتوبر 1947ء) پس مشرقی پنجاب سے احمدی اور دیگر مسلمان قیدیوں کی رہائی بھی آپ ہی کی دعاؤں اور تدبیروں کا نتیجہ ہے اور ان لوگوں کی رہائی ایک دوہرا نشان ہے جو پورا ہوا۔ کیونکہ نہ صرف یہ لوگ ظاہری طور پر بھی قید سے رہا ہوئے بلکہ ان کے ذریعے غلط عقائد اور گمراہی کی زنجیروں میں گرفتار انسانوں نے بھی رہائی پائی اور دوران قید ہی ان کے ذریعے بہت سے آدمیوں نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ کی بیعت کر کے گواہی دی کہ آپ ہی اسیروں کے وہ رستگار ہیں جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک پیارے بندے کو دی تھی۔

اسیروں کی رستگاری کا موجب

احمدی وکلاء کی مقدمات میں شاندار وکالت اور بے نظیر کامیابی

آزادی کشمیر کے لئے جماعت احمدیہ کے سامنے کئی آئینی محاذ تھے۔ ان میں سے ایک تو ڈلٹن کمیشن اور گلینسی کمیشن تھا جہاں احمدی وکلاء اور مندوبین نے نہایت اعلیٰ رنگ میں اپنا کیس پیش کیا اور شاندار طریق پر کامیاب و کامران ہوئے۔

اس کے علاوہ ایک محاذ مظلومین کشمیر کے مقدمات کی پیروی کا تھا۔ جس میں احمدی وکلاء کو بہت محنت کرنے اور مالی قربانی کرکے محاذ کے ہر حصے پر جنگ لڑنا پڑی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی خود ان وکلاء کی بے لوث قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

1931"ء اور 1932ء میں متواتر حکومت کشمیر نے مسلمانوں کو مختلف بہانوں سے گرفتار کر لیا ان گرفتاریوں کے نتیجہ میں بہت سے مقدمات دائر ہوئے جن میں، بعض قتل کے تھے بعض ڈکیتی، بعض بغاوت، بعض بلوے کے تھے۔ یہ بیسیوں تھے اور سینکڑوں ملزم اس میں پیش ہوئے۔ ان لوگوں کے دفاع کے لئے آل انڈیا کشمیر کمیٹی نے عموماً اور احمدیہ جماعت نے خصوصاً اپنے وکلاء کی خدمات پیش کیں۔ عملاً احمدیہ جماعت سے باہر صرف ایک صاحب یعنی غلام مصطفی صاحب نائک بیرسٹر گوجرانوالہ نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ جنہوں نے ایک مہینے کے قریب کام کیا۔ باقی تمام کے تمام وکلاء جو سب نوجوان احمدی تھے۔ اور اپنی عمر کے اس دور میں سے گزر رہے تھے کہ اگر ایک ماہ بھی اس کام میں حرج ہو جائے تو ساری عمر کی پریکٹس ضائع ہو جاتی ہے۔ ان کے نام اور کام کی تفصیل یہ ہے۔

1۔ شیخ بشیر احمد صاحب وکیل جو اس وقت لاہور کے چوٹی کے سول سائڈ کے وکیل ہیں انہوں نے چار ماہ تک سری نگر میں کام کیا۔ اس کے علاوہ کچھ عرصہ انہوں نے میرپور میں بھی کام کیا۔

2۔ چوہدری یوسف خاں اور چوہدری عصمت اللہ صاحب وکلاء نے میرپور میں کئی ماہ تک کام کیا۔

3۔ شیخ محمد احمد صاحب وکیل جو ریاست کپورتھلہ میں سیشن جج اور ایڈووکیٹ جنرل بھی رہے ہیں انہوں نے سات ماہ تک سرینگر میں کام کیا۔

4۔ چوہدری یوسف خان صاحب نے اڑھائی ماہ سری نگر میں کام کیا۔

5۔ چوہدری عزیز احمد صاحب باجوہ نے پانچ ماہ تک پونچھ میں کام کیا۔

6۔ قاضی عبدالحمید صاحب پلیڈر نے پونچھ میں چار ماہ تک کام کیا۔

7۔ میر محمد بخش صاحب پلیڈر نے جو گوجرانوالہ میں کامیاب ترین وکلاء میں سے ہیں۔

جموں میں چھ ماہ تک کام کیا۔

8۔ چوہدری اسد اللہ خان صاحب بار ایٹ لاء (برادر چوہدری ظفر اللہ خان صاحب) نے بعض اپیلوں میں کام کیا۔

9۔ قاضی عبد الحمید صاحب پلیڈر نے راجوری میں تین ماہ تک کام کیا۔

10۔ میر محمد بخش صاحب نے نوشہرہ میں تین ماہ کام کیا۔

جو مقدمات ہوئے ان میں 1210 آدمیوں پر مقدمات چلائے گئے اور اندازاً ایک سو مقدمات تھے۔ ان وکلاء کی کوشش سے ان میں سے 1070 کے قریب بری ہو گئے اور 140 کو بہت ہی معمولی سزائیں ہوئیں۔ حالانکہ مقدمات اکثر قتل اور ڈکیتی وغیرہ تھے۔۔۔ہمارے احمدی وکیل ڈیڑھ درجن کے قریب تھے جن میں سے نصف نے اپنے آپ کو پیش کیا اور بعض ایسے ہیں جو آج تک دوبارہ اپنی پریکٹس نہیں کر سکے۔" (تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 536،535)

پھر ایک موقعہ پر فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت کے وکلاء نے کشمیر کے معاملہ میں بہت بڑی قربانی کی ہے۔ کئی ہیں جنہوں نے اپنی مفت خدمات پیش کیں اور بغیر ایک پیسہ لینے کے انہوں نے کام کیا۔ کئی ہیں جنہوں نے اپنے پیشے چھوڑ دیئے۔ دکانیں بند کر دیں اور بغیر کوئی معاوضہ لئے کام کرنے لگ گئے۔" (خطبات محمود جلد 13 صفحہ 373)

وکلاء کی خلوص و ہمدردی سے پُر خدمات کو اندرون و بیرون کشمیر غیروں کی طرف سے سراہا گیا۔ یہاں صرف ایک کشمیری لیڈر جناب عتیق اللہ کا حوالہ درج کرتے ہیں آپ وکلاء کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"آل انڈیا کشمیر کمیٹی نے جس خلوص اور ہمدردی کے ساتھ مظلوم مسلمانان ریاست جموں و کشمیر کو مالی، جانی، قانونی امداد دی۔ اس کے لئے ہمارے جسم کا ذرہ ذرہ زبان سپاس ہے اور ہم لوگ اس کمیٹی کی بے لوث مالی امداد کے تازیست ممنون رہیں گے۔ اس کمیٹی نے شہداء کے پسماندگان کا خیال رکھا۔ یتامیٰ وایامیٰ کی پرورش کی۔ مجبوسین کے پسماندگان کو مالی امداد دی۔ ماخوذین کو قانونی امداد دی۔ کارکنوں کو گرانقدر مشورے دیئے جنگلوں اور پہاڑوں میں جاکر مظلومین کی امداد کی۔ ماخوذین کی اپیلیں دائر کیں۔ اور ان کے مقدمات کی پیروی کی۔ قابل ترین قانونی مشیر بہم پہنچائے۔ ہندوستان اور بیرون ہند میں ہماری مظلومیت ظاہر کرنے کے لئے جان توڑ کوشش کی۔ ہماری آواز کو مقام بالا تک پہنچایا۔ ہماری تسلی اور تسکین کی خاطر اشتہارات اور ٹریکٹ شائع کئے۔ ہر وقت قابل اور موزوں والنٹیئر دیئے۔ دنیائے اسلام کو ہمارے حالات سے آگاہ کر کے ہمدردی پر آگاہ کیا۔ اخبارات کے ذریعہ سے ہماری مظلومیت کو ظاہر کیا گیا۔"

(انقلاب 20/ اپریل 1932ء صفحہ 6)

آزاد کشمیر حکومت کا قیام

اسیروں کی رستگاری کا الہام ایک دفعہ پھر سیدنا حضرت محمود کے وجود باجود میں مورخہ 4/ اکتوبر 1947ء کو پورا ہوا جب آپ کے مبارک دور میں آپ کی مساعی سے آزاد کشمیر حکومت کی بنیاد رکھی گئی۔ اور خواجہ غلام نبی گلکار انور صاحب پہلے صدر مقرر ہوئے۔ اور کابینہ بھی تشکیل دی۔

چنانچہ مسٹر ریڈی نے انہی دنوں پاکستان سے ہندوستان پہنچنے کے بعد "پاکستان کا بھانڈا چوراہے پر" نامی ایک کتابچہ شائع کیا۔ جس میں لکھا کہ

"آزاد کشمیر کا قیام مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ کے دماغ کا نتیجہ ہے جس کا پروگرام انہوں نے رتن باغ لاہور میں بنایا تھا۔ 4/ اکتوبر 1947ء کو حکومت آزاد کشمیر کا قیام دراصل اس پروگرام کا ابتدائی اقدام تھا۔" (میری یادداشت کا ایک ورق از منور کاشمیری خواجہ عبد الغفار ڈار محررہ دسمبر 1963ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 687)

معروف مضمون نویس اور تحریک آزادی کشمیر کے ایک مشہور کارکن پروفیسر محمد اسحاق قریشی صاحب قائم مقام جنرل سیکرٹری مسلم کانفرنس نے اس کامیابی کو یوں نقل کیا:

"میں ذاتی علم کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ امام جماعت احمدیہ کشمیر کی آزادی کے سلسلہ میں بہت اہم رول ادا کر رہے تھے۔ اور حکومت پاکستان کے وزیر اعظم کی بالواسطہ یا بلاواسطہ اس سلسلہ میں انہیں حمایت حاصل تھی۔ اور حضرت صاحب جو کچھ کہہ رہے تھے حکومت کے علم کے ساتھ کہہ رہے تھے۔ میں متعدد بار حضرت میاں بشیر الدین محمود احمد سے ملا ہوں۔ اور کشمیر کو آزاد کرنے کے سلسلے میں جو تڑپ میں نے ان کے دل میں دیکھی ہے۔ وہ دنیا کے بڑے بڑے محب وطنوں میں ہی پائی جاتی ہے۔ اس موضوع پر میں نے ان کے ساتھ بڑی طویل ملاقاتیں کی ہیں اور میں نے ان جیسی صاف سوچ اور ان جیسا تدبر بہت کم مدبروں میں دیکھا۔ میرا جماعت احمدیہ سے کوئی تعلق نہیں لیکن میں نے میاں بشیر الدین صاحب کا ان جذبات کے لئے ہمیشہ احترام کیا ہے۔ میں نے اب تک حضرت مرزا صاحب جیسا عالی دماغ مدبر اور آزادی کشمیر میں مخلص کسی کو نہیں دیکھا۔" (تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 688)

بہر حال یہ حالات ظاہر کرتے ہیں کہ بلاشبہ اسیروں کے رستگار نے کشمیریوں کی رستگاری فرمائی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی یہ بشارت بالکل برحق نکلی۔

پیغامیوں کے فتنہ سے نجات

اس ضمن میں ایک اور واقعہ کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہو گا۔ جس وقت آپ کو خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا خلیفہ بنایا۔ تو اہل پیغام کی طرف سے سخت خطرناک فتنہ کھڑا کیا گیا۔ اگر مقابل پر حضور اقدس کا وجود نہ ہوتا۔ تو احمدیت کی تاریخ آج سے بہت مختلف ہوتی۔ پیغامیوں کا یہ خیال کہ آنحضرت کے بعد نبوت بند ہے۔ نہایت خطرناک ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ساری عمر سمجھاتے رہے کہ بقائے نبوت کا عقیدہ مغز اور روح ہے۔ مگر آپ کی وفات کے بعد ایک گروہ یہ پروپیگنڈا کرنے لگا کہ حضور نبی نہ تھے اور ہر قسم کی نبوت آنحضرت ﷺ کے بعد بند ہے اور جب نبوت بند

ہے تو خلافت کوئی شے نہ رہی۔ حالانکہ یہی دو چیزیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے اسلام کو دوسرے مذاہب پر فوقیت حاصل ہے اور ہم دوسرے مذاہب کے بالمقابل نبوت و خلافت کا مقام پاکر ان پر اپنے غلبہ کا اظہار کر سکتے ہیں۔ القصہ ہمارے بھائیوں نے اسی قید میں پھر ڈالنا چاہا۔ جس سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں نکالا تھا۔ اس موقع پر اسیروں کا رستگار آگے بڑھا اور اس نے اس فتنہ کو کچل کر رکھ دیا اور ہمیں اس قید اور باطل عقائد سے نجات دلائی وہ لوگ جو غلط عقائد اور باطل خیالات کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ ہم ان کی مایوسی کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ ان کی نظریں کسی منجی اور رستگار کی متمنی ہیں مگر ان کی زبانیں انکار کرتی ہیں۔

الغرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس غلامی سے ہمیں نکالا۔ غیر مبائعین نے پھر وہی ہمارے سامنے پیش کی۔ مگر خدا تعالیٰ اجر عظیم عطا کرے۔ حضرت مصلح الموعود رضی اللہ عنہ کو جو اسیروں کا رستگار بن کر آئے۔ اور ہمیں ان توہمات سے نجات دلائی۔

ملکانوں کی رستگاری

پھر ایک اور نہایت اہم واقعہ ملکانے کے اسیروں کا ہے۔ جب ہندوؤں نے اپنے پرچارک بھیج کر ان کو ’’شدھ‘‘ کرنا شروع کیا اور تقریباً بیس ہزار ملکانوں کو اپنے دام تزویز میں پھنسا کر ہندو بنالیا۔ وہ لوگ جو کل تک آنحضرت ﷺ پر درود بھیجتے تھے۔ آریوں کے دام میں پھنس کر گالیاں دینے لگے۔ اسلامی دنیا کے لئے یہ نہایت ہی جانکاہ صدمہ تھا۔ سارے ملک میں ایک تہلکہ مچ گیا اور ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ مسلمانوں نے جو ہمیں دشمن اسلام سمجھتے تھے۔ ہمیں پکارا کہ احمدی میدان عمل میں آئیں اور ’’شدھی‘‘ کے مقابلہ میں تبلیغ اسلام کر کے اس فتنہ کا استیصال کریں۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ نے زمام قیادت سنبھالی اور اپنے خدام پے در پے اس علاقہ میں بھیجنا شروع کئے۔ بس پھر کیا۔ محمود رضی اللہ عنہ کے جانباز سپاہی اس میدان میں بے دریغ کود پڑے اور ہر قسم کی قربانی دے کر اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس کی حفاظت کی۔ اور فتنہ ارتداد کا شکار ہونے والوں کو پھر سے کلمہ توحید پڑھانے لگے۔ انہوں نے جب محسوس کیا کہ ہمارے ہتھیار اسلام کے مقابلہ میں کند ہو رہے ہیں۔ تو انہوں نے ایک نیا حربہ چلانا چاہا۔ چنانچہ یہ اعلان کیا کہ گاندھی جی کہتے ہیں۔ اس جنگ کو بند کر دیا جائے۔ اگر اسے بند نہ کیا گیا۔ تو وہ مرن برت رکھ لیں گے۔ آخر دہلی میں صلح کے لئے کانفرنس بلائی گئی۔ اس میں شمولیت کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو بھی دعوت دی گئی۔ آپ نے اپنے نمائندے بھیجے اور انہیں تاکید کی کہ غالباً وہاں یہ کہا جائے گا کہ ہندو مسلم کشمکش ٹھیک نہیں۔ سب کو چاہئے کہ اپنے اپنے مبلغ واپس بلالیں اور اس جنگ کا خاتمہ کر دیا جائے۔ مگر یہ تجویز مسلمانوں کے لئے سخت مضر ہے۔ کیونکہ بہت سے مسلمانوں کو ہندو بنایا جا چکا ہے۔ اس لئے جب تک وہ واپس نہ آجائیں۔ مسلمانوں کے نقصان کی تلافی نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ اس کانفرنس میں یہی کہا گیا کہ اس مذہبی جنگ سے گاندھی جی کو سخت تکلیف ہے اور وہ مرن برت کی تیاری کر رہے ہیں۔ اس لئے بہتر ہے کہ ہم سب اپنے آدمی واپس بلا لیں۔ دوسرے مسلمان لیڈروں نے تو اس تجویز کو مان لیا۔ لیکن احمدی نمائندوں نے کہا کہ بے شک گاندھی جی کی جان قیمتی ہے۔ مگر ایک اور چیز ان کی جان سے بھی زیادہ قیمتی ہے اور وہ اسلام ہے۔ کیا آپ لوگوں کو معلوم نہیں کہ بیس ہزار مسلمانوں کو شدھ کیا جا چکا ہے۔ پس ان سب کو پھر سے مسلمان بنادیا جائے۔ وگرنہ ہم اپنے مبلغ واپس نہیں بلا سکتے اور جب تک ایک ملکانہ بھی ہندو رہے گا۔ ہم تبلیغ نہیں چھوڑیں گے۔

اس پر بعض نے کہا کہ باقی سارے مسلمان رضامند ہو گئے ہیں۔ اگر چند احمدی وہاں رہ بھی گئے۔ تو کیا پرواہے ان کو چھوڑ کر باقی مسلمانوں سے صلح کر لی جائے۔ اس پر شردھانند جی نے کہا کہ مجھے سارے مسلمانوں سے اتنا ڈر نہیں جتنا جماعت احمدیہ سے ہے۔ کیونکہ سارا مقابلہ تو وہاں یہی جماعت کر رہی ہے۔ سارے مسلمانوں کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے مگر ان چند آدمیوں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ غرض یہ ایسی مجلس تھی کہ اگر خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی غیر معمولی ذہنی طاقت بروئے کار نہ آتی تو ملکانہ کی تاریخ آج سے بہت مختلف ہوتی اور وہ جو ہندو مذہب کی آغوش میں جا چکے تھے۔ ہندوازم سے رہائی نہ پا سکتے۔

ہندوؤں کی سیاسی غلامی سے رستگاری

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے سیاسی لحاظ سے بھی مسلمانوں کو غلامی کی زنجیروں سے چھڑایا ہے۔ جب پنڈت موتی لعل نہرو نے نہرو رپورٹ مرتب کی اور اسے خوشنما ڈھانچہ میں مسلمانوں کے سامنے پیش کیا۔ تو آپ نے اس کے نقائص طشت ازبام کئے اور تفصیلی طور پر اس کا جواب لکھا۔ جس میں بتایا کہ اس طریق سے مسلمان انگریزوں کی غلامی سے نکل کر ہندوؤں کی غلامی میں جا پڑیں گے۔ جو زیادہ اندوہناک اور آزاردہ ہو گی۔ غرض حضور نے اہل ملک کو بروقت متنبہ کیا اور ان کو بتایا کہ کس طرح ان کے حقوق کو غصب کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں میں بیداری پیدا ہوئی اور انہوں نے اپنے حقوق کے لئے جدوجہد شروع کر دی۔

اقتصادی بدحالی سے رستگاری

پھر ایک اور قید تھی جس میں مسلمان گرفتار تھے اور وہ اقتصادی بدحالی تھی۔ جس کی وجہ سے مسلمان ہندوؤں کے نیچے دبے ہوئے تھے وہ تو ہندوؤں سے اپنی ضروریات خریدتے تھے۔ مگر ہندو ان کے قریب بھی نہ جاتے تھے۔ آپ نے بالوضاحت بتایا کہ اگر یہی حالت رہی۔ تو مسلمان سخت کمزور ہو جائیں گے اور ایک دن بالکل ہندوؤں کے رحم پر ہوں گے۔ مسلمانوں نے اس طرف توجہ کی اور

اس تجویز پر عمل شروع کیا۔ حضور کے غلاموں کو بھی یہ توفیق ملی کہ انہوں نے اپنے حلقۂ اثر میں اس بات کو زیادہ سے زیادہ پھیلانا شروع کیا اور آج کا مسلمان بفضلہ تعالیٰ پہلے کی نسبت بہت محفوظ اور مضبوط ہو گیا ہے۔ ہر جگہ مسلمانوں نے اپنی دکانیں کھول لی ہیں۔

جماعت احمدیہ کی مالی مشکلات سے رستگاری

علاوہ ازیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے خود جماعت احمدیہ کی ترقی کے لئے جو انتظامات فرمائے۔ وہ بے نظیر ہیں۔ تحریک جدید کے اجراء سے جماعت کی اقتصادی حالت

غیر معمولی طور پر مضبوط ہو گئی۔ حالانکہ جب آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ منتخب ہوئے تو بیت المال میں صرف چند پیسے موجود تھے۔ قرضہ کا بار گراں الگ تھا۔ لیکن مالی لحاظ سے جماعت کا دوسروں پر اس قدر سکہ بیٹھ گیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ امراء کی جماعت ہے۔ اقتصادی غلامی سب سے بھیانک اور تکلیف دہ ہوتی ہے۔ مگر اس میں بھی حضور نے جماعت کو بہت بلند مقام پر کھڑا کر دیا ہے۔

لامذہبیت سے رستگاری

حضرت مصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے ان تحریکوں کا مقابلہ کیا جو خوبصورت لباس میں لوگوں کو عجیب و غریب غلامی کی لعنت پیش کر رہی ہیں۔ یعنی انہیں لامذہبیت کی دعوت دے رہی ہیں۔ اس قسم کی تحریکوں میں سے ایک کمیونزم کی تحریک ہے۔ جو بظاہر بہت خوشنما لباس پہن کر آئی تھی اور جس کا خلاصہ یہ بتایا جاتا تھا کہ سب انسانوں کو برابر کی سہولتیں دی جائیں گی۔ سب کو ایک ہی سا کھانا، لباس اور معاوضہ دیا جائے گا۔ کسی میں فرق اور تمیز نہ ہو گی۔ ایک سطحی انسان اسے بڑا اچھا سمجھتا تھا۔ مگر دراصل یہ لوگ بھیڑ کے لباس میں بھیڑیئے ہیں جو اس لائحہ عمل کو پیش کرتے ہیں جو تنوع کا دشمن ہے۔ حالانکہ خالق و توانا خدا نے روزِ اول سے اختلاف مدارج قائم کر رکھا ہے۔ وہ اسے دور کرنے میں کیونکر کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اگر انسانوں میں تنوع اور Variety نہ ہو تو ان میں سے ترقی کا مادہ مفقود ہو جاتا ہے۔ اگر ایک شہر میں سب وکیل یا سب ڈاکٹر یا سب تاجر ہوں۔ تو ان میں مسابقت اور ترقی کی روح جو مدار زندگی ہے۔ مفقود ہو جاتی ہے۔

غرض حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے نہایت شجاعت اور بہادری سے ان روکوں اور مخالفتوں کا مقابلہ کیا اور خطرات سے جماعت کو آگاہ کیا۔ اور غیر اسلامی تحریکوں کا بھی مقابلہ کرنے کے لئے توجہ دلائی۔ سیاسی اور اقتصادی لحاظ سے اہل ملک کو بیدار کیا۔ کشمیر کے غلاموں کو ذلت اور لعنت سے نجات دلائی۔ کمیونزم نہایت شد و مد سے مقابل پر آئی تھی۔ اس کو بھی ہزیمت اٹھانا پڑی۔ باوجودیکہ حضور کی راہ میں بہت سی مشکلات حائل تھیں مگر حضور ان مشکلات پر غالب آ کر رستگاری سے فرماتے رہے اور یہ پیشگوئی نہایت شد و مد سے پوری ہو رہی ہے کہ وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا۔

ہے ساعتِ سعد آئی اسلام کی جنگوں کی
آغاز تو میں کردوں انجام خدا جانے

منظوم کلام حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ

وہ شجر ہیں سنگباروں کو بھی جو دیتے ہیں پھل
لوگ اُن کے لاکھ دُشمن ہوں وہ سب کے دوست ہیں
یا الٰہی آپ ہی اب میری نصرت کیجئے
میری خواہش ہے کہ دیکھوں اس مقامِ پاک کو
ابنِ ابراہیمؑ آئے تھے جہاں با تشنہ لب
میرے والد کو بھی ابراہیمؑ ہے تُو نے کہا
ابنِ ابراہیمؑ بھی ہوں اور تشنہ لب بھی ہوں
اِک رُخِ روشن سدا رہتا ہے آنکھوں کے تلے
اس قدر بھی بے رُخی اچھی نہیں عُشّاق سے
چشمۂ انوار میرے دل میں جاری کیجئے

ساری دُنیا سے نرالا اُن کا ہوتا ہے جواب
خاک کے بدلے میں ہیں وہ پھینکتے مشک و گلاب
کام ہیں لاکھوں مگر ہے زندگی مثلِ حُباب
جس جگہ نازل ہوئی مولیٰ تیری اُمّ الکتاب
کر دیا خشکی کو تُو نے ان کی خاطر آب آب
جس کو جو چاہے بنائے تیری ہے عالی جناب
اس لئے جاتا ہوں مَیں مکّہ کو بامّیدِ آب
ہیں نظر آتے مجھے تاریک ماہ و آفتاب
ہاں کبھی تو اپنا چہرہ کیجئے گا بے نقاب
پھر دِکھا دیجے مجھے عنوانِ رُوئے آفتاب

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ مصلح موعود ہیں

ماخذ: تبلیغی پاکٹ بک مصنفہ عبد الرحمٰن خادم مرحوم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے اشتہار20 فروری1886ء مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 101 میں تحریر فرماتے ہیں :

"سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک ذکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ذریت و نسل ہو گا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اُس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی اور وہ رجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے، مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اُس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ، عظمت اور دولت ہو گا۔ وہ دُنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اُسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین اور فہیم ہو گا۔ اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الحق والعلاء کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اُس کے سر پر ہو گا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا۔ وَکَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا۔ (اشتہار 20 فروری 1886 صفحہ 3 و مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 101)

پھر فرماتے ہیں:

"اور خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ ظاہر کیا کہ 20 فروری 1886 کی پیشگوئی حقیقت میں دو سعید لڑکوں کے پیدا ہونے پر مشتمل تھی اور اس عبارت تک کہ 'مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے' پہلے بشیر کی نسبت پیشگوئی ہے جو روحانی طور پر نزول رحمت کا موجب ہوا اور اس کے بعد کی عبارت دوسرے بشیر کی نسبت ہے۔" (سبز اشتہار حاشیہ صفحہ 17 تا 18 مطبوعہ یکم دسمبر 1888ء)

"بذریعہ الہام صاف طور پر کھل گیا ہے کہ.... مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی ہے وہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے کہ 'اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا' پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا اور دوسرا نام اس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی بھی ہے اور ایک الہام میں اس کا نام فضل عمر ظاہر کیا گیا ہے۔" (ایضاً صفحہ 31 سطر 13)

9 سالہ میعاد

"ایسا لڑکا بموجب وعدہ الٰہی 9 برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہو گا خواہ جلد ہو خواہ دیر سے۔ بہر حال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جائے گا۔" (اشتہار 22 مارچ 1886 و مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 113)

سبز اشتہار صفحہ 21 کے حاشیہ کی عبارت اوپر نقل ہو چکی ہے جس میں درج ہے کہ "مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا، نیز دوسرا نام اس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی بھی ہے۔"

اب بشیر ثانی کے متعلق دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:

"وہ لڑکا جس کی نسبت الہام میں بیان کیا کہ دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا نام محمود بھی ہے۔" (سبز اشتہار یکم دسمبر 1886 صفحہ 7 حاشیہ)

"خدا تعالیٰ دوسرا بشیر بھیجے گا۔ جیسا کہ بشیر اول کی موت سے پہلے 10 جولائی 1888 کے اشتہار میں اس کے بارے میں پیشگوئی کی گئی ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا کہ ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا جس کا نام محمود بھی ہے۔ وہ اپنے کاموں میں اولو العزم نکلے گا۔ یخلق اللہ ما یشآء۔" (سبز اشتہار صفحہ 17 یکم دسمبر 1888ء)

مصلح موعود کی پیدائش

پیشگوئی مندرجہ اشتہار 20 فروری 1886ء کے مطابق پہلے بشیر اول مندرجہ 7 اگست 1886 کو پیدا ہوا۔ اور نومبر 1888 میں فوت ہو گیا۔ اور بشیر ثانی مصلح موعود مورخہ 12 جنوری 1889ء کو پیدا ہوا اور اس کا ذکر حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنے اشتہار تکمیل تبلیغ مورخہ 12 جون 1889ء میں فرمایا:

"خدائے عزوجل نے جیسا کہ اشتہار دہم جولائی 1888ء و اشتہار یکم دسمبر 1888ء میں مندرج ہے اپنے لطف و کرم سے وعدہ دیا تھا کہ بشیر اوّل کی وفات کے بعد ایک دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا نام محمود بھی ہو گا اور اس عاجز کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ وہ اولو العزم ہو گا۔ اور حسن و احسان میں تیرا نظیر ہو گا۔ وہ قادر ہے جس طور سے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ سو آج 12 جنوری 1889ء میں مطابق 9 جمادی الاوّل 1306 ہجری روز شنبہ میں اس عاجز کے گھر میں بفضلہ تعالیٰ ایک لڑکا پیدا ہو گیا ہے۔ جس کا نام بالفعل محض تفاؤل کے طور پر بشیر اور محمود رکھا گیا ہے اور کامل انکشاف کے بعد پھر اطلاع دی جائے گی۔" (مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 191)

کامل انکشاف کے بعد کی اطلاع

1۔" اسی خیال اور انتظار میں" سراج منیر" کے چھاپنے میں توقف کی گئی تھی تا جب اچھی طرح الہامی طور پر لڑکے کی حقیقت کھل جائے تب اس کا مفصل اور مبسوط حال لکھا جائے۔" (سبز اشتہار یکم دسمبر 1888 صفحہ 4)

کتاب سراج منیر میں لکھتے ہیں:

"پانچویں پیشگوئی میں نے اپنے لڑکے محمود کی پیدائش کی نسبت کی تھی کہ وہ اب پیدا ہوگا اور اس کا نام محمود رکھا جائے گا۔ اور اس پیشگوئی کی اشاعت کیلئے سبز ورق کے اشتہار شائع کئے گئے تھے۔ جو اب تک موجود ہیں اور ہزاروں آدمیوں میں تقسیم ہوئے تھے۔ چنانچہ وہ لڑکا پیشگوئی کی میعاد میں پیدا ہوا اور اب نوویں سال میں ہے۔" (سراج منیر صفحہ 34)

"سبز اشتہار میں صریح لفظوں میں بلاتوقف لڑکا پیدا ہونے کا وعدہ تھا۔ سو محمود پیدا ہوگیا۔ کس قدر یہ پیشگوئی عظیم الشان ہے۔ خدا کا خوف ہے تو پاک دل سے سوچو۔" (سراج منیر صفحہ 34 حاشیہ)

2۔ "محمود جو میرا بڑا لڑکا ہے اس کی پیدائش کی نسبت اس سبز اشتہار میں صریح پیشگوئی مع محمود کے نام کے موجود ہے۔ جو پہلے لڑکے کی وفات کے بارے میں شائع کیا گیا تھا جو رسالہ کی طرح کئی ورق کا اشتہار سبز رنگ کے ورقوں پر ہے۔" (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ 15 سن 1896ء)

3۔(ا) " میرا پہلا لڑکا جس کا نام محمود ہے ابھی وہ پیدا نہیں ہوا تھا جو کشفی طور پر اُس کے پیدا ہونے کی خبر دی گئی تھی اور میں نے مسجد کی دیوار پر اس کا نام لکھا ہوا پایا۔ کہ محمود۔ تب میں نے اس پیشگوئی کے شائع کرنے کیلئے سبز رنگ کے ورقوں پر ایک اشتہار چھاپا جس کی تاریخ اشاعت یکم دسمبر 1888ء ہے۔" (تریاق القلوب صفحہ 40۔1897ء نشان نمبر 22)

(ب)" محمود جو میرا بڑا بیٹا ہے اس کے پیدا ہونے کے بارہ میں اشتہار دہم جولائی 1888ء میں اور نیز یکم دسمبر 1888ء کو جو سبز رنگ کے کاغذ پر چھاپا گیا تھا پیشگوئی کی گئی اور سبز رنگ کے اشتہار میں یہ بھی لکھا گیا تھا کہ اس پیدا ہونے والے لڑکے کا نام محمود رکھا جائے گا۔ اور یہ اشتہار محمود کے پیدا ہونے سے پہلے ہی لاکھوں انسانوں میں شائع کیا گیا.... پھر جبکہ اس پیشگوئی کی شہرت بذریعہ اشتہارات کامل درجہ پر پہنچ گئی اور مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوئوں میں سے کوئی بھی فرقہ نہ رہا جو اس سے بے خبر ہو تب خدا کے فضل اور رحم سے 12 جنوری 1889ء کو 9 جمادی الاوّل 1306 ہجری میں بروز شنبہ محمود پیدا ہوا اور اس کے پیدا ہونے کی میں نے اس اشتہار میں خبر دی ہے جس کے عنوان میں "تکمیل تبلیغ" موٹی قلم سے لکھا ہوا ہے۔ جس میں بیعت کی دس شرائط مندرج ہیں۔ اور اس کے صفحہ 4 پر یہ الہام پسر موعود کی نسبت ہے۔

اے فخر رسل قرب تو معلومم شد
دیر آمدۂ ز راہِ دور آمدۂ!
(تریاق القلوب صفحہ 42)

4۔(ا) "میرے سبز اشتہار کے ساتویں صفحہ میں ایک دوسرے لڑکے کے پیدا ہونے کے بارے میں یہ بشارت ہے کہ دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا دوسرا نام محمود ہے۔ وہ اگرچہ اب تک جو یکم دسمبر 1888ء ہے پیدا نہیں ہوا مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی معیاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔ زمین آسمان ٹل سکتے ہیں۔ پر اُس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔" یہ ہے عبارت سبز اشتہار کے صفحہ 7 کی جس کے مطابق جنوری 1889ء میں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام محمود ہے اور اب تک بفضلہ تعالیٰ زندہ موجود ہے اور سترہویں سال میں ہے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ 360)

(ب) چونتیسواں نشان یہ ہے کہ میرا ایک لڑکا فوت ہوگیا تھا اور مخالفین نے جیسا کہ ان کی عادت ہے اس لڑکے کے مرنے کی بڑی خوشی ظاہر کی تھی تب خدا نے مجھے بشارت دیکر فرمایا کہ اس کے عوض میں جلد ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کا نام محمود ہوگا اور اس کا نام ایک دیوار پر لکھا ہوا مجھے دکھایا گیا تم میں نے ایک سبز رنگ کے اشتہار میں ہزارہا موافقوں اور مخالفوں میں یہ پیشگوئی شائع کی اور ابھی 70 دن پہلے لڑکے کی موت پر نہیں گزرے تھے کہ یہ لڑکا پیدا ہوگیا اور اس کا نام محمود رکھا گیا۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ 217)

غرضیکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صاف اور واضح الفاظ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو 'مصلح موعود' قرار دیا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا دعویٰ

حضرت امیر المؤمنینؓ نے اپنے آپ کو غیر مشروط طور پر اشتہار 20 فروری 1886ء و سبز اشتہار کی پیشگوئی کا مصداق و مصلح موعود قرار دیا ہے۔(الفضل 27 فروری 1934 جلد 21 نمبر 103 کالم 2) پر حضرتؓ کی ڈائری شائع ہوچکی ہے۔ جس میں خاکسار خادم کے سوال کے جواب میں حضور نے اپنے آپ کو مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق قرار دیا۔ یہ ڈائری بعد تحقیق حضرت اقدس کو دکھاکر شائع کی گئی۔ بعد ازاں 1944ء(الفضل 24 فروری، 15 مارچ 1944) میں حضور نے الہام الٰہی کی بنا پر مصلح موعود ہونے کا دعویٰ فرمایا۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

حضرت اقدس علیہ السلام نے تریاق القلوب میں صاحبزادہ مرزا مبارک احمد کو 'تین کو چار کرنے والا' مطابق اشتہار 20 فروری 1886 قرار دیا ہے۔

جواب:(ا) 'تین کو چار کرنے والا' کے الہام میں اشارۃً چار لڑکوں کی پیدائش کا ذکر ہے۔ سو مبارک احمد بھی بوجہ ان میں سے ایک ہونے کے اس کا مصداق ہے۔ لیکن حضرت اقدس علیہ السلام نے یہ کہیں نہیں فرمایا کہ وہ مصلح موعود ہے۔

مبارک احمد کی ولادت کے متعلق حضرت اقدس علیہ السلام کو 1883ء اور 1886ء میں علیحدہ رؤیا اور الہامات کے ذریعہ علم دیا گیا تھا۔ پس تریاق القلوب صفحہ 43، 41، 40 نیز انجام آتھم صفحہ 182-183 کی عبارت میں انہی رؤیا اور کشوف کی طرف اشارہ ہے۔ فرماتے ہیں:

ا۔ 1883 میں مجھے الہام ہوا تھا کہ ' تین کو چار کرنے والا مبارک...' اس کی نسبت تفہیم یہ ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ اس دوسری بیوی سے چار لڑکے مجھے دے گا اور چوتھے کا نام مبارک ہو گا۔" (نزول مسیح صفحہ 196)

ب۔"شاید چار ماہ کا عرصہ ہوا ہے کہ.... ایک کشفی عالم میں چار پھل مجھے دیئے گئے تین ان میں سے تو آم کے پھل تھے مگر ایک پھل سبز رنگ بہت بڑا تھا۔ وہ اس جہان کے پھلوں سے مشابہ نہیں تھا.... کچھ شک نہیں کہ پھلوں سے مراد اولاد ہے۔"(مکتوب بنام حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ مورخہ 8 جون 1886 مطبوعہ الحکم 15 جون 1903 صفحہ 16)

گویا یہ رؤیا قریباً جنوری یا فروری 1886 میں ہوا۔ اور ہر دو عبارات کی رو سے مبارک احمد کے متعلق نیز چار بیٹوں کے متعلق الگ الہام ' تین کو چار ' کرنے کا بھی تھا مگر اس سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ اسے مصلح موعود قرار دیا جائے ؟ کیا کہیں یہ لکھا ہے کہ سوائے مصلح موعود کے کوئی اور تین کو چار کرنے والا نہیں ہو سکتا؟

مبارک احمد 9 سالہ معیاد کے اندر پیدا نہیں ہوا تھا کیونکہ ایک کی تاریخ پیدائش 14 جون 1899ء ہے۔ گویا 9 سالہ معیاد ختم ہونے کے چار سال بعد وہ پیدا ہوا۔ اس لئے اس کے متعلق تو یہ شبہ بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ مصلح موعود ہے۔

'تین کو چار کرنے والا' کی جو صفت مصلح موعود کی بیان کی گئی ہے وہ الگ ہے۔ وہ اکیلی صفت نہیں بلکہ اس کے ساتھ بیسیوں دوسری علامات ہیں جو مبارک احمد مرحوم میں پائی نہ جاتی تھیں۔ اور حضرت اقدس علیہ السلام کو خود مبارک احمد کی ولادت سے بھی پہلے معلوم تھا کہ وہ چھوٹی عمر میں فوت ہو جائے گا۔(ملاحظہ ہو پاکٹ بک۔۔۔ صفحہ 533)

پس حضرت اقدس علیہ السلام کے ذہن میں یہ شبہ بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ مبارک احمد مصلح موعود ہے۔

امر واقعہ

جب ہم امر واقعہ کے لحاظ سے دیکھتے ہیں تو یہ عقدہ بالکل حل ہو جاتا ہے کیونکہ مطلقاً حضرت اقدس علیہ السلام کے بیٹوں میں سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مصلح موعود ہی چوتھے بیٹے ہیں۔

(۱) حضرت مرزا سلطان احمد صاحب (۲) فضل احمد (۳) بشیر اول (۴) حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ۔ پس اس لحاظ سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مطلقاً 'تین کو چار کرنے والے ہوئے' لیکن مرزا مبارک احمد نہ تو مطلقاً حضرت اقدس علیہ السلام کے چوتھے لڑکے تھے کیونکہ اس لحاظ سے وہ ساتویں تھے نہ وہ صرف دوسری بیوی کے لڑکوں میں سے ہی چوتھے تھے کیونکہ وہ اس لحاظ سے پانچویں تھے۔

(۱) بشیر اوّل (۲) حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (۳) مرزا بشیر احمد صاحب (۴) مرزا شریف احمد صاحب (۵) مرزا مبارک احمد صاحب۔

ہاں دوسری بیوی کے زندہ بچوں میں سے وہ چوتھے تھے۔ اور اسی لحاظ سے ان کا ذکر حضرت اقدس علیہ السلام نے تریاق القلوب صفحہ 44 میں فرمایا ہے۔ لیکن اشتہار 20 فروری 1886ء میں نہ تو دوسری بیوی کی قید ہے اور نہ زندہ بچوں کی شرط ہے۔ پس بلا شرط و قید اگر کوئی ' تین کو چار ' کرنے والا ہے تو وہ صرف اور صرف حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ہیں جو 9 برس کے عرصہ میں میعاد پیشگوئی کے اندر پیدا ہوئے۔ حضور عمر پانے والے اور خلیفہ ثانی بھی ہو گئے اور دیگر صفات مصلح موعود ظہور بھی حضور کی ذات میں ہوا۔ پس حضور ہی بلاشبہ مصلح موعود ہیں۔

(اس مضمون کا انگریزی ترجمہ براہ کرم انگریزی حصہ میں ملاحظہ فرمائیں۔)

اعلانات

براہ کرم اپنے مضامین ٹائپ فرما کر بذریعہ ای میل بھیجیں۔

مضمون پر نام کے ساتھ شہر اور ریاست کا نام بھی لکھیں۔ ای میل میں اپنا فون نمبر درج فرمائیں تا کہ ضرورت پڑنے پر آپ سے رابطہ کیا جا سکے۔

آپ اپنے مضمون کے ساتھ اپنا مختصر تعارف اور مضمون سے متعلقہ تصویریں بھی بھیج سکتے ہیں۔

اصلاح یا مناسب کانٹ چھانٹ مدیران کی اہم ذمہ داری ہے۔ اگر آپ چھپنے سے پہلے اپنا مضمون دیکھنا چاہتے ہیں تو پہلے سے مطلع فرمائیں۔

نصیحتوں کا گلدستہ

تحریر امام سید شمشاد احمد ناصر شکاگو

قرآنی ہدایت:

حضرت ابراہیم کی ایک دعا جو قرآن کریم کی سورت الشعراء میں بیان ہوئی ہے۔

"اور مجھے اس دن رسوا نہ کرنا جس دن وہ سب اٹھائے جائیں گے۔ جس دن نہ کوئی مال فائدہ دے گا اور نہ بیٹے۔ مگر وہی فائدہ میں رہے گا جو اللہ کے حضور اطاعت شعار دل لے کر حاضر ہو گا

اور جنت متقیوں کے قریب کر دی جائے گی۔

اور جہنم گمراہوں کے سامنے لا کھڑی کی جائے گی۔

اور ان سے کہا جائے گا وہ کہاں ہیں جن کی تم عبادت کیا کرتے تھے۔ اللہ کے سوا۔

کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا اپنا انتقام لے سکتے ہیں۔

پس وہ اس میں اوندھے منہ گرا دیئے جائیں گے نیز سرکش لوگ بھی۔ اور ابلیس کا تمام لشکر بھی۔ (الشعراء ۲۶:۸۸۔۹۶)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی دعا اور پھر اس بات کو بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دن کچھ بھی تو کام نہ آئے گا۔ نہ تمہارا مال و دولت، نہ تمہارے بیٹے نہ کچھ اور۔ بس جو کچھ فائدہ دے گا وہ تمہاری اطاعت ہے۔ یعنی جو خدا تعالیٰ کے حضور ایسا دل لے کر آئے گا جس میں سوائے اطاعت شعاری اور وفاداری اور محبت کے کچھ نہ ہو۔

اور پھر اسکے ساتھ ساتھ یہ بھی بتا دیا گیا کہ جہاں مومنوں کے لئے اور ایسے مومنوں کے لئے جو خدا کے حضور اطاعت شعار دل پیش کریں گے۔ وہاں پر دوزخ بھی سرکش لوگوں کے لئے کھل جائے گی اور وہ اس میں اوندھے منہ گرا دیئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ اور ہمیں خدا تعالیٰ کے حضور قلب سلیم پیش کرنے کی توفیق دے۔ یعنی جس میں ذرہ بھر بھی فساد نہ ہو اور یہ بہت مشکل ہے لیکن اس کا علاج ہے۔

کوشش اور دعا۔ اور بار بار خدا تعالیٰ کے سامنے اپنی نالائقی، گناہوں اور کمزوری کا اعتراف کر کے اس کے حضور گڑگڑا کر دعا کی جائے کہ وہی بچائے گا۔

رسول خدا ﷺ کی نصائح:

۱۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اچھی تربیت سے بڑھ کر کوئی بہتر تحفہ ایسا نہیں جو باپ اپنی اولاد کو دے سکتا ہو۔ (ترمذی ابواب البر)

۲۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اپنے بچوں سے عزت کے ساتھ پیش آیا کرو، اور ان کی اچھی تربیت کرو۔ (ابن ماجہ ابواب الادب)

۳۔ حضرت انسؓ ہی کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کی خواہش ہو کہ اس کی عمر لمبی ہو اور رزق میں فراوانی ہو تو اس کو چاہئے کہ اپنے والدین سے حسن سلوک کرے اور صلہ رحمی کی عادت ڈالے۔ (مسند احمد)

حضرت امام الزماںؑ کی نصائح:

فرماتے ہیں:

"ناانصافی پر ضد کر کے سچائی کا خون نہ کرو۔ حق کو قبول کر لو اگرچہ ایک بچہ سے اور اگر مخالف کی طرف حق پاؤ تو پھر فی الفور اپنی خشک منطق چھوڑ دو۔ سچ پر ٹھہر جاؤ اور سچی گواہی دو جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔

فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور

یعنی بتوں کی پلیدی سے بچو اور جھوٹ سے بھی کہ وہ بت سے کم نہیں۔ جو چیز قبلہ حق سے تمہارا منہ پھیرتی ہے وہی تمہاری راہ میں بت ہے۔ سچی گواہی دو اگرچہ تمہارے باپوں یا بھائیوں یا دوستوں پر ہو۔ چاہئے کہ کوئی عداوت بھی تمہیں انصاف سے مانع نہ ہو۔ باہم بخل اور کینہ اور حسد اور بغض اور بے مہری چھوڑ دو اور ایک ہو جاؤ۔ قرآن شریف کے بڑے حکم دو ہی ہیں۔ ایک توحید و محبت و اطاعت باری عزاسمہ۔ دوسری ہمدردی اپنے بھائیوں اور اپنے بنی نوع کی" (روحانی خزائن جلد نمبر ۳ ازالہ اوہام صفحہ ۵۵۰)۔

مالی مشکلات سے گھبرانا نہیں چاہیئے:

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں

"کل میں نے مالی مشکلات کی طرف جماعت کو توجہ دلائی تھی۔ آج میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ان مشکلات سے گھبرانا نہیں چاہئے کیوں کہ یہ بھی سلسلہ کی سچائی کی ایک علامت ہے۔ ایک فرانسیسی مصنف لکھتا ہے میں نے بیسیوں کتابیں پڑھی ہیں جن میں لکھا ہے کہ محمد ﷺ جھوٹا ہے مگر ان کتابوں کو کیا کروں جب کہ میں دیکھتا ہوں کہ محمد ﷺ ان لوگوں میں جو غریب وحشی اور غیر تعلیم یافتہ ہیں۔ ایک کچے مکان میں بیٹھا ہوا جو چھوٹا سا کمرہ ہے اور مسجد کے نام سے مشہور ہے اور جس کی چھت پر کھجور کی ٹہنیاں بغیر صاف کئے پڑی ہیں اور جب بارش ہوتی ہے تو اتنا پانی ٹپکتا ہے کہ سجدہ پانی میں کرنا پڑتا ہے۔ ایسے لوگوں میں جن میں سے کسی کے پاس بھی سارا تن ڈھانکنے کے لئے کپڑا نہیں۔ یہ مشورہ کر رہا ہے کہ ساری دنیا کو کس طرح فتح کرنا چاہئے۔ اور پھر ایسا کر کے دکھا بھی دیتا ہے۔ وہ مصنف کہتا ہے کہ لاکھوں صفحوں کے مقابلہ

میں جب میں اس واقعہ کو دیکھتا ہوں تو سب باتیں حقیر معلوم ہوتی ہیں۔

اسی طرح جب حضرت مسیح موعود نے دعویٰ کیا تھا اسی وقت امراء اور بادشاہ آپ کے ساتھ شامل ہو جاتے تو کیوں کر ثابت ہوتا کہ آپ کو جو کامیابی حاصل ہوئی ہے خدا کا فعل تھا۔ وہ تو امراء کا اور بادشاہوں کا فعل سمجھا جاتا۔ مگر جب اس نے دعویٰ کیا تو سب بھائی بند اور عزیز رشتہ دار آپ کے دشمن ہو گئے۔ حضرت مسیح موعودؑ کا سب سے بڑا دوست ، آپ کے علم اور معرفت کا سب سے بڑا معترف مولوی محمد حسین بٹالوی تھا اس نے اعلان کر دیا کہ آپ کا دماغ بگڑ گیا ہے ۔ میں نے اسے بڑھایا تھا میں ہی اسے گراؤں گا۔ ساری دنیا کے علماء نے آپ کا مقابلہ کیا۔ عرب اور عجم سے آپ کے خلاف فتوے منگائے گئے مگر باوجود دنیا کی اس قدر مخالفت کے آپ اکیلے اٹھے اور کہا یہ ٹھیک ہے کہ میرے ساتھ کوئی آدمی نہیں اور ساری دنیا میری دشمن بن گئی ہے۔ مگر میں اس آواز کو کیا کروں جو مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے سنائی دے رہی ہے کہ "دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کر دے گا" (تذکرہ) میں اس آواز کا کس طرح انکار کر دوں"۔(منہاج الطالبین صفحہ ۶۲)

بچوں کی تربیت کے طریق:

۱۔ بچہ کے پیدا ہونے پر سب سے پہلی تربیت اذان ہے۔

۲۔ بچہ کو صاف رکھا جائے۔ جو بچہ صاف نہ رہے اس میں صاف خیالات کہاں سے آئیں گے۔

۳۔ غذا بچہ کو مقررہ وقت پر ہی دینی چاہئے اس سے وہ خواہشات کو دبا سکتا ہے اور اس طرح وہ بہت سے گناہوں سے بچ سکتا ہے۔ جب بچہ رویا ماں نے اسی وقت اسے دودھ دے دیا ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ بڑی عمر کے بچوں میں یہ عادت ڈالنی چاہئے کہ وقت پر کھانا دیا جائے اس سے یہ صفات پیدا ہوں گی۔ پابندی وقت کا احساس۔ خواہشات کو دبانا۔ صحت ، مل کر کام کرنے کی عادت اور خواہشات کا مقابلہ کرنے کی عادت وغیرہ۔

۴۔ بچہ کو مقررہ وقت پر پاخانہ کی عادت ڈالنی چاہیے یہ صحت کے لئے مفید ہو گا۔

۵۔ غذا اندازہ کے مطابق دی جائے اس سے قناعت پیدا ہو گی اور حرص دور ہوتی ہے۔

۶۔ قسم قسم کی خوراک دی جائے۔ گوشت، ترکاری، پھل وغیرہ۔

۷۔ جب بچہ ذرا بڑا ہو تو کھیل کود کے طور پر اس سے کام لیا جائے۔ مثلاً برتن اٹھالاؤ وغیرہ۔

۸۔ بچہ کو عادت ڈالنی چاہئے کہ وہ اپنے نفس پر اعتبار پیدا کرے۔ مثلا چیز سامنے ہو اور اسے کہا جائے کہ ابھی نہیں ملے گی فلاں وقت ملے گی، یہ نہیں کہ چھپا دی جائے۔

۹۔ بچہ سے زیادہ پیار بھی نہیں کرنا چاہئے۔ زیادہ چومنے چاٹنے کی عادت سے بہت سی برائیاں بچہ میں پیدا ہو جاتی ہیں۔

۱۰۔ ماں باپ کو چاہئے کہ ایثار سے کام لیں۔ مثلاً اگر بچہ بیمار ہے اور کوئی چیز اس نے نہیں کھانی تو وہ بھی نہ کھائیں۔

۱۱۔ بیماری میں بچہ کے متعلق بہت احتیاط کرنی چاہئے کیوں کہ بزدلی۔ خود غرضی۔ چڑچڑاہٹ جذبات پر قابو نہ پانا اس قسم کی برائیاں اکثر لمبی بیماری کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہیں۔

۱۲۔ بچہ کو ڈراؤنی کہانیاں نہیں سنانی چاہئیں۔

۱۳۔ بچہ کو اپنے دوست خود نہ چننے دیئے جائیں بلکہ ماں باپ چنیں اور دیکھیں کہ کن بچوں کے اخلاق اعلیٰ ہیں۔

۱۴۔ بچہ کو اس کی عمر کے مطابق بعض ذمہ داری کے کام دیئے جائیں۔

۱۵۔ بچے کے دل میں یہ بات ڈالنی چاہئے کہ وہ نیک ہے اور اچھا ہے۔

۱۶۔ بچہ میں ضد کی عادت نہیں پیدا ہونے دینی چاہیے۔ جب بچہ ضد کرے تو اس کا علاج یہ ہے کہ اسے کسی اور کام میں لگا دیا جائے۔ اور ضد کی وجہ معلوم کر کے اسے دور کیا جائے۔

۱۷۔ بچہ سے ادب سے کلام کرنا چاہئے۔

۱۸۔ بچہ کے سامنے جھوٹ ، تکبر اور ترش روئی وغیرہ نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ وہ بھی یہی باتیں سیکھ لے گا۔

۱۹۔ بچہ کو ہر قسم کے نشہ سے بچایا جائے۔ نشوں سے بچہ کے اعصاب کمزور ہو جاتے ہیں۔

۲۰۔ بچوں کو علیحدہ بیٹھ کر کھیلنے سے روکنا چاہئے۔

۲۱۔ ننگا ہونے سے روکنا چاہئے۔

۲۲۔ بچوں کو عادت ڈالنی چاہئے کہ وہ ہمیشہ اپنی غلطی کا اقرار کریں۔ ان کے سامنے اپنے قصوروں پر پردہ نہ ڈالا جائے۔ اگر بچہ سے غلطی ہو جائے تو اس سے اس طرح ہمدردی کریں کہ بچہ کو یہ محسوس ہو کہ میرا کوئی سخت نقصان ہوا ہے۔

۲۳۔ بچہ کو کچھ مال کا مالک بنانا چاہئے کہ اس سے بچہ میں یہ صفات پیدا ہوں گی۔ ا۔ صدقہ دینے کی عادت۔ ۲۔ کفائت شعاری کی عادت ۔۳۔ رشتہ داروں کی مدد کرنا۔

۲۴۔ بچوں کا مشترکہ مال ہو مثلاً کوئی کھلونا دیا جائے تو کہا جائے کہ یہ تم سب بچوں کا ہے۔

۲۵۔ بچوں کو آداب و قواعد تہذیب سکھاتے رہنے چاہئے۔

۲۶۔ بچہ کی ورزش کا بھی اور اسے جفاکش بنانے کا خیال بھی رکھنا چاہئے کیونکہ یہ بات دنیوی ترقی اور اصلاح نفس دونوں میں یکساں مفید ہے۔

(ماخوذ از منہاج الطالبین مصنفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ)

محترم عبدالمجید نیاز صاحب مرحوم ولد محترم میاں عبدالرحیم صاحب دیانت درویش

امتہ الباری ناصر

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 14 مارچ 2013 بروز جمعرات نماز ظہر سے قبل جو جنازہ ہائے غائب پڑھائے ان میں ازراہ شفقت خاکسار کے بڑے بھائی جان کا جنازہ بھی پڑھا۔ آپ کا ذکر بایں الفاظ ہوا:

"مکرم عبدالمجید صاحب (ولد مکرم عبدالرحیم صاحب درویش۔ آسٹن' ٹیکساس امریکہ) 12 فروری 2013 طویل علالت کے بعد 82 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ۔ آپ کے دادا حضرت میاں فضل محمد آف ہرسیاں والے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم قادیان میں حاصل کی۔ پندرہ سال کی عمر میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ دورانِ ملازمت حیدرآباد میں قائد خدام الاحمدیہ کی حیثیت سے خدمت کی توفیق پائی۔ آپ کو اردو کے علاوہ عربی زبان پر بھی مہارت حاصل تھی۔ نمازوں کے پابند' دعاگو 'باقاعدگی سے قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے 'عزیزواقارب کے خیرخواہ اور صلہ رحمی کا خاص خیال رکھنے والے مخلص انسان تھے۔ مرحوم ایک بٹا نو حصہ کے موصی تھے پسماندگان میں دو بیٹے اور تین بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔" (الفضل انٹرنیشنل 9 تا 15/ اگست 2013)

قادیان کا پالا ترا سی سال اللہ تعالیٰ کی زمین پر رحمتِ الٰہی کے نظارے کرتے کرتے بالاخر آسٹن ٹیکساس میں آسودۂ خاک ہو گیا۔ اپنے بڑے بھائیجان کا ذکر کرنا آسان کام نہیں ہر کوشش جذبات سے مغلوبیت کی وجہ سے نا تمام رہتی ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے درجات بلند فرمائے جن کے مرحومین کے ذکر خیر محفوظ کرنے کے ارشاد سے حوصلہ ملتا ہے خاکسار نے اس کی تعمیل میں ہمت کی ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے آمین۔

بھائیجان 26 نومبر 1930ء کو محلہ دارالفضل قادیان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ اور نانا حضرت میاں اللہ بخش صاحبؓ اصحابِ مسیح موعود علیہ السلام میں شامل تھے۔ آپ کا گھر بورڈنگ ہاؤس کے بالمقابل واقع تھا۔ علم پرور ماحول

میں آنکھ کھولی۔ آپ کے بچپن کے بارے میں آپ سے تین سال چھوٹے بھائی مکرم عبدالباسط صاحب شاہد نے اپنی یادیں سمیٹتے ہوئے بتایا۔

تین سال کی بڑائی چھٹائی کے ساتھ ہمارا بچپن ایک ساتھ گزرا۔ ہمیں اپنے ارد گرد بہت سے پارسا بزرگ چہرے نظر آتے تھے جن میں ایک بڑی تعداد حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے رفقائے کرام کی تھی۔ متعدد بزرگ ایسے بھی تھے کہ اگرچہ اصطلاحاً یا عملاً وہ رفقاء میں سے نہیں تھے مگر ان کی نیک صورتیں اور چھوٹوں سے شفقت ایسی خوشگوار تھی کہ ہم ان کو بھی انتہائی قابلِ احترام بزرگ سمجھتے تھے۔ پہلے ہم دادا جان کے گھر میں رہتے تھے پھر ہمارے ابا جان نے ذاتی مکان محلہ دارالفتوح میں بنوایا تھا اس محلے کے متعلق یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ یہ نسبتاً نیا محلہ تھا جسے غالباً قریبی محلوں کے پھیل جانے کی وجہ سے انتظامی لحاظ سے الگ محلہ کا نام دیا گیا۔ یہ دارالرحمت اور دارالفضل سے متصل ہونے کی وجہ سے 'محلوں' میں شامل تھا مگر مسجد اقصیٰ اور مسجد مبارک کے حلقوں سے متصل ہونے کی وجہ سے 'شہر' بھی کہلاتا تھا۔ یہاں یہ وضاحت بھی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ قادیان کو بالعموم دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا محلے اور شہر اس زمانے میں علمی اور ورزشی مقابلوں میں ٹیموں کی شناخت کے لئے تھے جیسے یہ شہر کی ٹیم ہے یہ محلے کی ٹیم ہے۔ بات لمبی ہو رہی ہے لیکن اس کی تاریخی اہمیت اور اس وجہ سے بھی کہ وہ لوگ جن کو قادیان جانے یا وہاں رہنے کا اتفاق نہیں ہوا ان کے لئے یہ تفصیل دلچسپی کا باعث ہوگی۔ ہمارے محلے کی ایک اور نمایاں خصوصیت یہ بھی تھی کہ یہ اور محلوں کے برعکس سو فیصد احمدی آبادی پر مشتمل نہیں تھا ہمارے محلے میں بعض غیر مسلم ہندو سکھ بھی رہتے تھے اور بعض 'غیر احمدی مسلم' بھی۔ اس خصوصیت کی وجہ سے غیر احمدیوں کی چھوٹی سی جلسہ گاہ بھی اسی محلے میں تھی اور اس طرح بہت بچپن سے مختلف مذاہب کی معلومات حاصل ہونے لگیں۔

بھائی جان کے بچپن کی یاد میں یہ امر بہت نمایاں ہے کہ اس وقت کے ماحول کی وجہ سے ہمارے ہاں تبلیغ کا بہت شوق وجذبہ اور مواقع تھے۔ مجھے یاد ہے ہم اس زمانے میں اپنے ہم عمر احراری بچوں سے مناظرے کیا کرتے تھے جن میں ہماری نمائندگی بھائیجان کرتے تھے۔ ہماری اس پارٹی میں بہت سے بچے تھے تاہم شیخ عبدالمجید صاحب (جو بعد میں فیصل آباد میں کاروبار کرتے رہے اور آجکل غالباً جرمنی میں ہیں) نمایاں ہوتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ہم ان مباحثات میں 'احمدیہ پاکٹ بک' سے مدد لیا کرتے تھے۔

مجلس احرار کا 'مرکزی دفتر' بھی ہمارے محلے میں تھا جو ایک یا دو مرلے پر مشتمل ایک چھوٹی سی مسجد میں تھا۔ اس مسجد کو باقاعدہ کوئی رستہ نہیں جاتا تھا۔ ایک جوہڑ کے ساتھ پگڈنڈی سی بنی ہوئی تھی جس کے ذریعے وہاں تک بمشکل پہنچا جا سکتا تھا۔ ہم نے وہاں کبھی نماز ہوتے یا کوئی اور جلسہ وغیرہ نہیں دیکھا باہر پیشانی پر ایک بورڈ ضرور لٹکتا رہتا تھا۔ ان کی یہ کسمپرسی کی کیفیت اور اخباروں میں بڑے بڑے دعوے اور فتوحات کی روداد یں دیکھ کر ہمیں خوشگوار حیرت ہوتی تھی اور یہ بھی کہ ان لوگوں کے یہ دعوے اور تعلیاں احمدیت کی صداقت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ایک چھوٹے سے میدان میں جو غیر مسلموں کی آبادی میں تھا کبھی کبھی جلسہ بھی ہوتا تھا یہاں پر ہی ہمیں مجلس احرار کے بعض بڑے بڑے ناموں سے تعارف حاصل ہوا۔ مولوی عبداللہ معمار صاحب جلسے پر آیا کرتے تھے اور کئی دفعہ ایسے بھی ہوا کہ ان کی واپسی پر ان کے تانگے میں ہم بچے بھی سوار ہو جایا کرتے تھے اور بھائیجان کے سوالوں کا جواب دیتے ہوئے بعض دفعہ وہ بہت زچ ہو جایا کرتے تھے۔ قادیان میں کچھ عرصہ ان کے ایک بہت مشہور مولوی صاحب کا رہنا بھی یاد ہے۔ ان کا نام محمد حیات تھا بے ریش وبروت ہونے کی وجہ سے زیادہ تر 'کھودا' کے نام سے یاد کئے جاتے تھے۔ ان کو اپنے نام کے ساتھ 'فاتح قادیان' لکھنے کا بہت شوق تھا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے قادیان اور احمدیت کا نام تو چار دانگ عالم میں پھیلا ہوا ہے مگر فاتح صاحب دیر سے کتم عدم اور گمنامی کی چادر اوڑھ چکے ہیں (ان مولوی صاحب کے ساتھ خاکسار کی ایک ملاقات لاہور میں ہوئی تھی یہ ہمارے ایک مخلص احمدی دوست کے گھر میں کسی مشترکہ دوست کی وجہ سے کھانے پر مدعو تھے۔ کھانے کی میز پر پر تکلف کھانوں کے علاوہ خشک میوہ جات بھی پڑے ہوئے تھے جو ان کے ساتھی مزے مزے سے کھا رہے تھے مگر مولوی صاحب اپنے دانتوں کی خرابی کی وجہ سے کھا نہیں پا رہے تھے۔ اپنے ساتھی سے کہنے لگے تم جو بادام وغیرہ کھا رہے ہو میری جیب میں بھی ڈالتے جاؤ یہ وہ احراری 'علماء' تھے جو احمدیوں کے ساتھ کھانا پینا حرام قرار دیتے نہ تھکتے تھے۔ ان سے ایک بہت دلچسپ ملاقات ملتان میں ہوئی۔ خاکسار ان دنوں احمدیہ مسجد حسین آگاہی ملتان میں متعین تھا۔ ملتان کے ایک پرجوش شیعہ صاحب کبھی کبھی ملنے آیا کرتے تھے گفتگو میں لاجواب ہو کر ناراض ہو کر چلے جایا کرتے تھے۔ مگر پھر ملاقاتیں شروع ہو جاتی تھیں ایک دفعہ ان کا پیغام ملا کہ میں اپنے ایک ساتھی کے ساتھ آنا چاہتا ہوں ان کو کہا گیا چشم ما روشن و دلِ ماشاد۔ جب چاہیں تشریف لے آئیں۔ خیر جب وہ آئے تو ان کے ہمراہ کھدر کی دھوتی اور کھدر کی چادر میں ایک دیہاتی صاحب تھے۔ انہوں نے بہت ہلکی بلکہ قدرے زنانہ آواز میں اپنا تعارف کروایا میرا نام محمد حیات ہے میں شکر گڑھ تحصیل کے ایک گاؤں کا رہنے والا ہوں... خاکسار ان کو پہچان چکا تھا ان سے کہا کہ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ صاحب جن کے ساتھ آپ آئے ہیں شیعہ خیالات کے ہیں کیا آپ بھی شیعہ ہیں؟ اس پر انہوں نے باصرار اپنے سنّی ہونے کا ذکر کیا۔ مولوی صاحب نے جو چادر اوڑھ رکھی تھی اس کے ایک کنارے سے کوئی چیز بندھی ہوئی لٹک رہی تھی یوں لگ رہا تھا کوئی گڑ شکر قسم کی چیز ہے مگر بات شروع ہوئی تو گرہ کھول کر تشحیذ الاذہان کا ایک پرچہ نکالا اور اپنی گفتگو آگے بڑھانے کے لئے اس کی عبارت پڑھ کر سنائی۔ ان کے غلط استدلال اور مسئلے کا مکمل جواب 'ایک غلطی کا ازالہ' میں موجود تھا جو ان کو پڑھ کر سنایا گیا۔

اب پھر بچپن کی طرف دیکھتے ہیں۔ بچپن کے کھیلوں میں کبڈی' ہاکی' فٹ بال اور میروڈبہ عام تھے بھائیجان بہت پرجوش کھلاڑی تھے۔ ٹیمیں بناتے میچ ڈالتے دوسرے محلوں کی ٹیموں سے ٹورنامنٹ ہوتے۔ علمی پروگراموں میں بھی پیش پیش رہتے۔ طبیعت میں

جوش کی وجہ سے آگے آگے رہنے کا شوق تھا۔ آواز بلند اور لحن اچھا تھا۔1939 میں صرف نَو سال کی عمر میں تحریکِ جدید کے جلسے میں تقریر کر کے انعام حاصل کیا۔۔ دارالفتوح کی مسجد میں اطفال کے پروگراموں میں اذان، نظم اور تقریر کے مقابلوں میں شریک ہوتے ۔ ایک دفعہ محلے کے جلسے میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیلؓ کی مشہورِ زمانہ نعت بدر گاہِ ذی شانِ خیر الانامؐ بہت خوش الحانی سے پڑھی جس پر محلے کے صدر صاحب نے ہم دونوں بھائیوں کو انعام دیا۔ اجتماعات میں علمی مقابلوں میں انعامات حاصل کرتے مطالعہ کتب حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا خاص اہتمام کرتے اور ان کے امتحانات میں شرکت کرتے۔ مجھے یاد ہے جب اباجان کو احباب مبارکباد دیتے تھے تو وہ بہت خوش ہوتے تھے۔ دراصل جلسوں میں باقاعدگی سے حصہ لینے میں اباجان کے ذوق وشوق کا بہت عمل دخل تھا۔ ان کی غیر معمولی دلچسپی کی وجہ سے ہمیں بعض تاریخی جلسوں میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی جس پر آج ہم بجاطور پر شکر اور فخر کرتے ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے 1944ء میں مصلح موعود کے اعلان والے جلسوں میں لاہور، ہوشیارپور، لدھیانہ اور دہلی میں جلسے کئے لدھیانہ میں بچوں کو لانے کی اجازت نہ تھی باقی سب جلسوں میں اباجان ہم دونوں بھائیوں کو ساتھ لے کر گئے اس کے علاوہ قادیان کے پاس ایک گاؤں بھانبڑی میں بھی ہم ایک تاریخی جلسے میں گئے تھے۔ اباجان قادیان کے متمول تاجر تھے متعدد بار اپنا یہ ارادہ ظاہر فرماتے کہ اپنے خرچ پر بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلوا کر سلسلہ کے لئے وقف کر دیں گے۔ آپ نے دونوں بھائیوں کو جامعہ احمدیہ میں داخل کرایا۔(مکرم عبدالباسط صاحب شاہد کی تحریر سے ماخوذ)

تقسیم برصغیر کے وقت آپ جامعہ احمدیہ میں زیر تعلیم تھے۔ انتہائی پُر آشوب اور غیر یقینی حالات درپیش تھے۔ جماعتی ہدایت کے مطابق پہلے مستورات اور بچوں کو پاکستان بھجوانے کا فیصلہ ہوا۔ اباجان نے محلہ کے ایک سابق فوجی سے ان کے ٹرک میں امی جان اور بچوں کو بھجوانے کی بمشکل اجازت لی جب قادیان سے ٹرکوں کا قافلہ چلنے لگا تو ڈرائیور کے پیچھے ایک چھوٹی سی جگہ پر بھائیجان باسط کو بھی ٹکا دیا۔ اپنے خاندان کو بے سروسامانی میں رخصت کر دیا اور خود قادیان کے درویش ہو گئے۔

بڑے بھائیجان کو اس خاص موقع پر اباجان کے ساتھ قادیان میں رہنے کا موقع ملا۔ انتہائی مخدوش حالات میں باپ بیٹے کو اپنی جان بچانے سے زیادہ دوسروں کی مدد کرنے کا خیال رہا۔ بعض غیر از جماعت مہاجرین کی خدمت اور حفاظت کی توفیق ملی۔

ایک دن تو بھائیجان کو اللہ تعالیٰ نے موت کے منہ سے بال بال بچایا گولی کان کے پاس سے نکل گئی۔ خطرناک صورت حال میں بھی ان کی خواہش تھی کہ قادیان چھوڑ کر کبھی نہیں جانا۔ کچھ دن والد صاحب کے ساتھ قادیان ٹھہرے پھر اباجان نے انہیں لاہور بھیج دیا جسم تو بادلِ نخواستہ قادیان چھوڑنے پر مجبور ہو گیا مگر دل وہیں اٹکا رہا۔ تاریخ احمدیت جلد 11 ص140 پر آپ کا ایک مکتوب درج ہے۔

”پیارے اور محترم والد صاحب! آپ ہمارا کسی قسم کا فکر نہ فرمائیں ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہاں قسم ہے مجھے ذات پاک کی کہ میرا دل چاہتا ہے کہ کسی طرح قادیان پہنچوں۔“

24اخاء/اکتوبر1326/1947

تقسیم کے وقت دونوں بھائی جامعہ احمدیہ میں زیر تعلیم تھے۔ بعد ازاں چنیوٹ اور پھر احمد نگر میں تعلیم جاری رہی۔ یہ بات تاریخ کا حصہ ہے کہ ہجرت کے بعد سب کی مالی حالت انتہائی کمزور تھی۔ اس کمزوری میں ہمارے خاندان پہ گزرنے والا ایک واقعہ محترم اباجان کے ایمان افروز درویشانہ ردّعمل کی وجہ تحریر میں لانا چاہتی ہوں۔ بھائی جان کی نظر میں اس کی اہمیت کا اندازہ لگانے کے لئے یہ کافی ہے کہ آپ کے کاغذات میں یہ درخواست اور اس کا جواب اصلی حالت میں محفوظ مجھ تک منتقل ہوا ہے۔ بھائیجان نے 10/ جون 1948ء کو پرنسپل صاحب جامعہ احمدیہ کی خدمت میں عرضداشت لکھی کہ بوجہ عدم ادائیگی خرچ ہمارا کھانا بند کر دیا گیا ہے جس سے پڑھائی جاری رکھنا مشکل ہو گیا ہے۔ گیارہ جون کو پرنسپل صاحب کی طرف سے جواب ملا کہ ” جہاں تک مجھے یاد ہے آپ دونوں بھائیوں میں سے ایک کے وظیفہ کے لئے سفارش وظائف کمیٹی نے کی تھی مگر ابھی تک منظوری نہیں آئی اور نہ ہی اس بارے میں کوئی اطلاع آئی ہے اس لئے آپ کو اخراجات کا مناسب انتظام کرنا چاہئے بورڈنگ کے لئے توفی الحال مشکل ہے کسی سے قرض لے لیں“

جب اس صورت حال کی اباجان کو اطلاع گئی کہ بچوں کا عدم ادائیگی فیس پر کھانا بند ہے اور پڑھائی جاری رکھنا مشکل ہے۔ تو آپ بیوی بچوں اور اپنی بے بسی پر نہیں بلکہ اپنی جماعت کے لئے غمزدہ ہوئے۔ بچوں کو خط لکھا۔

”عزیز باسط کے وظیفہ کی فکر کیسی احمدی ہے یار کی رضا میں راضی رہے۔ یہ تو ہے بھی اللہ والا۔ اگر وظیفہ بند ہوا اس پر بھی خوش ہونا چاہئے یہ وقت تو انشاء اللہ گزر جائے گا۔ سلسلہ سے زیادہ قابلِ امداد اس وقت کون ہے؟ بدحالی اور بے بسی پر گھبراہٹ ایک احمدی کو تو ہو ہی نہیں سکتی۔ جب تک مٹی کا برتن آگ میں نہ جلے پانی لے کر دوسرے کو فیض نہیں پہنچا سکتا اسی طرح انسان مشکلات سے نہ گزرے تو نہ خود کھڑا رہ سکتا ہے نہ زندہ اور باقی رہ سکتا ہے اور نہ دوسروں کو فیض پہنچا سکتا ہے۔ سو وہ اگر معرفت اور قرب اور عرفان چاہتا ہے تو اس راستہ پر متبسم ہو کر چلے کہ شکل مشتبہ دیکھ کر وہ راستہ الگ نہ کر دے۔“

اسی تربیت کا نتیجہ تھا کہ دونوں بھائیوں نے مشکلات کے باوجود ثابت قدمی سے تعلیم جاری رکھی۔ اس دوران آپ کو فرقان فورس میں خدمات کا موقع ملا۔ بھائیجان اس کے پہلے گروپ میں 23جون1948 کو بھرتی ہوئے۔ مجاہد نمبر 5047 تھا۔ آپ کشمیر میں تھے جب مولوی فاضل کے امتحان کے لئے واپس بلائے گئے۔

22 ستمبر کو واپس آئے۔ ایسے حالات میں جبکہ بے سروسامانی کی وجہ سے کتب بھی میسر تھیں نہ پڑھنے کا وقت ملا تھا۔ امتحان میں شامل ہوئے اور اعلیٰ کامیابی حاصل کی الفضل (لاہور) ستمبر1950 میں نتیجہ کا اعلان شائع ہوا۔ آپ کو صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب، محترم میر محمود احمد ناصر صاحب، محترم مسعود احمد صاحب اور محترم شیخ محمد احمد صاحب پانی

پتی جیسے صاحبانِ علم کے ہم جماعت ہونے کا شرف حاصل ہے۔ نتیجہ اتنا خوش کن تھا کہ اس پر ایک تبصرہ الفضل میں 'حضرت اقدس مسیح موعود کا علمی کارنامہ' کے عنوان سے نوٹ کے ساتھ شائع ہوا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا علمی کارنامہ جامعہ احمدیہ

حضرت رسولِ کریم ﷺ جس قوم میں مبعوث ہوئے تھے ان میں اور بہت سے نقائصِ رذیلہ کے علاوہ یہ بھی ایک بہت بڑا نقص تھا کہ وہ جہالت اور لاعلمی کی تیرہ و تار وادیوں میں حیران و سرگردان بھٹکے ہوئے نظر آتے تھے اور علم کے لحاظ سے سب سے پسماندہ قوم خیال کی جاتی تھی جب آپؐ نے دعویٰ نبوت پیش کیا تو کوئی بھی پڑھا لکھا آدمی آپؐ کے حلقہ ءغلامی میں نہ آیا سوائے چند ایک کے جو انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ ابھی تھوڑا ہی زمانہ دعویٰ نبوت پر گزرتا ہے تو وہ ہستیاں ہمیں نظر آتی ہیں جن کی انگلیوں سے علم کے دریا جاری ہوئے جن سے تشنہ ءکام و دہن قوموں نے آبِ علم سیر ہو کر پیا۔

غرضیکہ وہی علم سے خالی بادل چشمہ ءنبوت سے سیر اب ہو کر ابرِ رحمت کی شکل میں اتنے برسے کہ ہر ایک قوم کے خشک کھیتوں کو سیر اب کیا اور وہی قوم جو علم کے لحاظ سے سب سے پسماندہ قوم گنی جاتی تھی تمام دنیا کی رہبر بنی۔ وہی اجڈ اور جاہل لوگ تمام دنیا کے استاد بنے۔ انہوں نے اتنی ضخیم علمی کتب تصنیف کی ہیں جن کا سکہ رہتی دنیا تک قائم رہے گا آج وہ کتب یورپ کی بڑی بڑی لائبریریوں کے لئے علمی زینت کا باعث بنی ہوئی ہیں۔ یہ حیرت انگیز علمی انقلاب کس کی قوتِ قدسیہ کا نتیجہ ہے؟ یہ میرے پیارے آقا حضرت محمد مصطفی ﷺ کی قوتِ قدسیہ کا' جو معاندین کے لئے صداقت کا زبردست ثبوت ہے۔

اس زمانہ میں موعود عالم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے جب ماموریت کا دعوےٰ دنیا کے سامنے پیش کیا تو خشک از علم ملاؤں نے جو اپنے آپ کو عالم اجل خیال کرتے تھے۔ منبروں پر کھڑے ہو کر "ھل من مبارز" کا نعرہ لگایا۔ لیکن جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عربی اور اردو میں علمی کتب تصنیف کر کے مقابلہ پر بلایا کہ کوئی ہے کہ جو ان جیسی پُر از معارف کتب لکھ سکے۔ تو سب کی زبانوں پر سکتہ طاری ہو گیا۔ قلم ٹوٹ گئے۔ ہاتھوں میں جنبش نہ رہی۔ بھلا اس مردِ خدا کا جو علیم و خبیر کی درسگاہ کا متعلم ہو۔ کون مقابلہ کر سکتا ہے بہت سے مخالفین احمدیت مولوی فاضل کی ڈگری پر نازاں ہو کر یہ کہا کرتے تھے۔ کوئی ہے احمدی مولوی فاضل جو ہمارا مقابلہ کرے۔ لیکن آج خدا کے فضل سے سینکڑوں جامعہ احمدیہ کے فارغ التحصیل مولوی فاضل اکنافِ عالم میں چشمہ ءہدایت سے سیر اب ہو کر اسلام کے عَلَم کے نیچے خدا سے برگشتہ لوگوں کو محبتِ الٰہی کا جام پلا کر اکٹھا کر رہے ہیں اور روحانی قحط زدہ علاقوں کو غذائے طیبہ دے کر ابدی زندگی کا جام بخش رہے ہیں۔

امسال جامعہ احمدیہ کی طرف سے چھبیس (26) طالب علم امتحان مولوی فاضل میں شامل ہوئے تھے۔ اتنی بڑی تعداد میں سے صرف دو طالب علم فیل ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ چودہ پرائیویٹ طالب علم امتحان میں شریک ہوئے۔

کیا یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فیضان علم نہیں ہے کہ حضورؑ کی قائم کردہ دینی درسگاہ سے ہر سال اتنی تعداد میں مولوی فاضل کی ڈگری حاصل کرتے ہیں۔

امسال ایک 15 سالہ طالبعلم عبدالمجید پسر عبدالرحیم صاحب درویش نے مولوی فاضل کی ڈگری حاصل کی ہے۔

اے حق کے طالبو! ذرا تعصب کی پٹی آنکھوں سے اتار کر غور تو کرو۔ کبھی وہ بھی زمانہ تھا کہ جب معاندین سلسلہ کی طرف سے مولوی فاضل کا مطالبہ کیا جاتا تھا۔ آج یہ زمانہ ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام کے فیضانِ علم سے مخالفین کے ایک مولوی فاضل کے مقابلہ پر بیسیوں مولوی فاضل اترنے کو تیار ہیں۔ صرف عمر رسیدہ ہی نہیں۔ بلکہ پندرہ سالہ بچے مولوی فاضل بھی۔ مبارک ہیں وہ گھرانے جن کے بچے اس دائرے میں تعلیم حاصل کر کے فریضہ تبلیغ کو سرانجام دے رہے ہیں۔" (روزنامہ الفضل لاہور 21 ستمبر 1949ء)

آپ نے تلاش معاش کے سلسلے میں حیدرآباد سندھ کا رُخ کیا اور وہیں کے ہو رہے۔ اس طرح ہمارے خاندان کا ایک تعلق حیدرآباد سے جڑا رہا۔ وہاں 1953 میں مجلس خدام الاحمدیہ کے قیام کی توفیق پائی۔ چند سال قائد خدام الاحمدیہ رہے۔ 1955ء میں ربوہ میں محترمہ منصورہ فردوس صاحبہ (شادی سے پہلے آپ کا نام شریفہ بی بی صاحبہ تھا) بنت محترم منشی سبحان علی صاحب سے شادی ہوئی موصوفہ بہت سادہ مزاج دعاگو خاتون تھیں۔ آپ کا قبولیت دعا کا ایک واقعہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک خطاب میں سنایا جو الفضل 19 مئی 2007 ص 3 پر درج ہے۔

بھائیجان کے وجود کا خمیر قادیان کی پاک مٹی سے اٹھا تھا آپ کے ہر رگ و ریشے میں اس کی خوشبو کچھ اس طرح رچی بسی تھی کہ شہر شہر ملک ملک جہاں بھی قسمت آپ کو لے گئی اسی خوشبو سے پہچانے جاتے۔ وہ ان بزرگوں میں سے تھے جو اقدار و روایات میں تبدیلیوں کو قبول کرنے میں زیادہ احتیاط پر اصرار کرتے ہیں۔ دراصل آپ قادیان کے ماحول میں ہی زندہ رہے۔ اور اسی کو زندہ رکھنا چاہتے تھے۔ آپ قادیان دارالامان کے تاریخی واقعات' بزرگوں اور گلی محلوں کی باتیں مزے لے لے کر سناتے اور شائقین خوب لطف لیتے۔ اب ایسے چشم دید واقعات سنانے والے بھی کم ہی رہ گئے ہیں۔

بھائیجان کے ذکرِ خیر میں ان کی خوبیوں میں سرفہرست ان کے پیار محبت' تعلقات' اور رابطوں کے دائروں کی وسعت ہے۔ پہلے نمبر پر والدین کی محبت اور اکرام تھا خصوصی طور پر امی جان کے ذکر پر آپ جذباتی ہو جاتے ان کی پارسائی' صبر و شکر جیسی خوبیاں کمال محبت اور اشتیاق سے گلوگیر آواز میں بیان کرتے۔ ددھیال ننھیال' دوستوں عزیزوں کے سب خاندانوں بلکہ جہاں جہاں ملازمت یا کاروبار کیا ان کو بھی غرضیکہ قریب دور کے سب عزیزوں کو یاد رکھتے ان سب کا حال احوال دریافت کر کے دیگر متعلقین کو باخبر رکھتے۔ خوشی غمی میں اول وقت شریک ہوتے۔ خود پہنچ کر یا خط اور فون کے ذریعے اپنے جذبات کا اظہار کرتے۔ جب ای میل کی سہولت میسر آئی تو اس سے خوب فائدہ اٹھایا۔ آپ کا ای

میل ایڈریس ابنِ درویش تھا۔ آپ کو یادگار دن، اہم تاریخیں، فون نمبر اور ایڈریس یاد رہتے ہمیں جب ضرورت ہوتی آپ سے پوچھ لیتے۔

قرآنِ کریم کی بہت سی سورتیں اور دعائیں یاد تھیں۔ خلیفہء وقت سے مثالی محبت کرتے تھے۔

اباجان کے قادیان میں رہنے کی وجہ سے امی جان کی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں معاونت کرتے۔ عمر میں بڑے ہونے کے باوجود چھوٹے بھائی، بہنوں سے بہت عزت سے بات کرتے۔ بھائی جان عبد الباسط صاحب شاہد کا مربیٔ سلسلہ ہونے کہ وجہ سے بہت احترام کرتے نام لے کر مخاطب یا ذکر کرنے کی بجائے نام کے ساتھ بہن، باجی آپا کا اضافہ کر لیتے۔ بڑے اچھے ادبی ذوق کے مالک تھے۔ حافظہ اچھا تھا بے شمار معیاری اور خوبصورت اشعار یاد تھے۔ جنہیں گفتگو میں برجستہ اور برمحل استعمال کرتے۔ لکھائی بہت اچھی اور تحریر میں پختگی تھی۔ بڑے بھائی جان جہاں بھی رہے اپنے انداز میں دعوت الی اللہ کرتے رہے۔ معلومات کا دائرہ بہت وسیع تھا سلسلے کے لٹریچر کے ساتھ حالات حاضرہ سے بھی باخبر رہتے خاص طور پر الفضل سے بہت محبت تھی ان کا خریداری نمبر جہاں تک مجھے یاد ہے 123 تھا حیدر آباد کے قیام میں مسلسل اخبار کے خریدار رہے پھر امریکہ میں بھی لگوالیا اور اپنے خریداری نمبر کے جاری رہنے پر اصرار کیا پڑھنے کا اس قدر اہتمام کرتے کہ اگر کوئی اخبار موصول نہ ہوتا تو دفتر والوں سے خط و کتابت کرتے۔ انٹرنیٹ پر پڑھنے کا ان کو لطف نہ آتا تھا۔ اخبار سنبھال کر رکھتے اور اس کی قدر کرنے کی تلقین کرتے۔

1979ء میں ہمارے اباجان قادیان میں شدید بیمار ہوگئے۔ گکھڑ ہسپتال میں داخل رہے۔ آپ کی خدمت کے لئے مکرمہ پھوپھی جان حلیمہ صاحبہ، آپا امۃ اللطیف صاحبہ، مکرمہ باجی امۃ الرشید صاحبہ، مکرمہ بھابھی محمودہ باسط صاحبہ، چھوٹا بھائی عبد السلام اور بھائیجان قادیان گئے۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ مگر نسبتاً طویل عرصہ خدمت کی سعادت بھائیجان کے حصے میں آئی۔ زندگی کے آخری ایام میں اباجان کی حالت ایک بچے کی سی ہوگئی تھی بھائیجان اپنے ہاتھ سے سارے کام کرتے اور ساتھ ساتھ خاندان والوں کو حالت کی خبر دینے کے لئے خطوط لکھتے۔ وہاں زیادہ دیر ٹھہرنا کئی وجوہات سے مشکل تھا بھائیجان کو واپس آنا تھا مگر اباجان جو اپنی حالت سمجھتے تھے کہ شام گہری ہوگئی ہے قادیان سے دور جانا پسند نہ کرتے تھے۔ کہتے تھے کہ درویش باہر جا کر وفات پا جائے تو واپس قادیان لانا بہت مشکل ہوگا بھائیجان نے پکے وعدے کئے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق سے ضرور قادیان واپس لائیں گے۔ بڑی مشکل سے قادیان چھوڑنے پر راضی ہوئے۔ بھائیجان بتاتے تھے کہ اباجان بہت کمزور تھے ٹرین کا سفر لمبا تھا۔ چھوٹے بھائی عبد السلام کے ساتھ سفر میں خیال رکھنے کی توفیق ملی۔ ٹرین حیدر آباد رکی تو اباجان کو اتارنا مشکل ہو رہا تھا اللہ تعالیٰ نے رہنمائی فرمائی آپ نے فوراً اباجان کو کندھوں پر اٹھا کر گاڑی سے اتارا۔ اس خدمت پر اباجان نے آپ کو بہت دعائیں دیں۔ ان دلی دعاؤں پر وہ ساری عمر اللہ تعالیٰ کا بے ساختہ بے حد شکر کرتے تھے۔ 1980ء میں اباجان چھ اور سات فروری کی درمیانی رات ربوہ میں وفات پا گئے۔ آپ کا جسد خاکی بہشتی مقبرہ قادیان کی پاک مٹی میں پہنچانے کا اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے سامان کیا۔ تدفین کے بعد بھائیجان کو کچھ عرصہ قادیان ٹھہرنے اور درویش کے 'اثاثہ' ان گنت کتابوں کو لائبریری اور قدر کرنے والوں تک پہنچانے کی توفیق ملی۔ خدمت کی یہ سعادت حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد سے دعاؤں کی نعمت کے حصول کا موجب بنی آپ نے تحریر فرمایا:

"آپ کا قادیان آنا، یہاں کے شعائر اللہ کی زیارت کرنا اور وہاں دعائیں کرنا خدا تعالیٰ آپ کو مبارک کرے۔ اسی طرح آپ کے لئے یہ امر بھی موجبِ سعادت ہے خدا تعالیٰ اسے قبول فرمائے کہ آپ نے کچھ عرصہ قادیان میں قیام کر کے اپنے بزرگ والد محترم، ہمارے درویش بھائی محترم بھائی عبد الرحیم صاحب دیانت کی خدمت کی توفیق پائی اور ان کی دعائیں لیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی دعائیں آپ کے حق میں پوری فرمائے آمین۔"

آپ نے امریکہ آنے کا فیصلہ چھوٹے بیٹے فخر احمد اور بیٹی حسنیٰ کے اصرار پر کیا۔ کچھ عرصہ بیٹے کے ساتھ رہنے کے بعد آپ نے علیحدہ رہائش کا انتظام کیا۔ سلیقے سے گھر سیٹ کیا۔ اپنا سب کام خود کرتے اور اس میں مطمئن رہتے۔ ایک سکول میں آسان سا جاب مل گیا تھا تنخواہ کے ساتھ ساتھ سٹاف اور بچوں کی مسکراہٹیں اضافی خوشی کا سامان بنیں۔ کمپیوٹر دنیا کی خبروں اور رابطوں کے لئے کافی تھا۔ سب بہن بھائیوں سے رابطہ رکھتے تاہم مجھے آپ کی خصوصی محبت حاصل تھی۔ ہمارے بہت سے موضوعات مشترک تھے جن پر کھل کر باتیں ہوتیں نظموں پر داد، دعا اور تبصرہ ملتا۔ ایک نظم پر داد کا انداز آج بھی رلا دیتا ہے۔ بیت الہدیٰ آسٹریلیا کے افتتاح پر ایک نظم الفضل ربوہ میں شائع ہوئی بھائیجان کا فون آیا اٹھایا تو بڑی پرسوز آواز میں نظم ترنم سے سنائی :

میں نے جب بھی اٹھائے ہیں دستِ دعا
دل کی آنکھوں سے دیکھا عجب ماجرا
میں نے دیکھی ہے مسجد بیت الہدیٰ
میں نے چوما ہے اس کے در و بام کو

لجنہ کراچی کی طرف سے جو اشاعت کتب کی ذمہ داری خاکسار پر تھی اس میں بہت دلچسپی لیتے۔ ایک جملہ متعدد بار کہا کہ اباجان حیات ہوتے تو اس کام سے بہت خوش ہوتے۔ ایک دن مجھ سے پوچھا کہ جو کتاب اپنے بزرگوں پر مرتب کر رہی ہو اس کا کیا نام رکھا ہے؟ میں نے بتایا کہ حضرت داداجان کے نام سے 'فضل' اور حضرت دادی جان کے نام سے 'برکت' لے کر 'فضل وبرکت' سوچا ہے۔ آپ نے کہا یہ فضل وبرکت ان کو کس کے طفیل ملی تھی اس کا ذکر بھی ہونا چاہئے۔ پھر یہ شعر پڑھا:

جتنے درخت زندہ تھے وہ سب ہوئے ہرے
پھل اس قدر پڑا کہ وہ میووں سے لد گئے

اور ہمیں کتاب کا نام مل گیا 'زندہ درخت'۔ لجنہ کراچی کی یہ پہلی کتاب ہے جو قادیان سے شائع ہوئی اس کی اشاعت اور وہاں سے منگوانے کا خرچ بہت زیادہ تھا میں شکر گزار

ہوں کہ آپ نے یہ سارا خرچ ادا کیا بلکہ اس کے بعد چھپنے والی چھوٹے بھائی جان کی کتاب 'قدرتِ ثانیہ کا دورِ اول' کا خرچ بھی ادا کیا۔ نیز فرمایا کہ ان کی آمد سے جو بھی حاصل ہو وہ اگلی کتاب حضرت اقدسؑ کی فارسی درِ ثمین پر لگا دینا۔ اللہ تبارک تعالیٰ اپنی رحمت و مغفرت کی چادر میں ڈھانپ لے۔ آمین۔

رنگ پہ کارزار تھا جوش میں کاروبار تھا
ایسے میں آگئی صدا بات میں بات رہ گئی

ایک دن یہ دل خراش خبر دی کہ معمول کے چیک اپ کے لئے گئے تھے ڈاکٹر نے کچھ ٹیسٹ کروائے اور کینسر تشخیص کیا ہے اور بتایا ہے کہ زیادہ سے زیادہ چھ مہینے اور جینا ہے۔ اس اطلاع کے ساتھ مجھے تسلی دینے لگے کہ فکر نہ کرنا بیں اکیس سال پہلے گلے کے کینسر سے لڑائی ہوئی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے ٹھیک کر دیا اور زندگی بھی دی۔ وہ ہمیں مطمئن کرنے کی کوشش کرتے پریشان ہونے سے منع کرتے ہمیں کہتے دیکھو میں بالکل ٹھیک ہوں۔ ہمیں ہمت دلانے والے کے اندر جو ٹوٹ پھوٹ ہو رہی تھی اس کا اندازہ ہو رہا تھا کبھی مصنوعی خول نے بھی حقیقت کا پردہ رکھا ہے۔ روزانہ بات کرنے سے ان کی صحت کی بتدریج کمزوری محسوس کرنا کربناک تھا وہ ہمیں اور ہم انہیں تسلی دیتے اگرچہ جانتے تھے کہ لفظوں میں جان نہیں رہی۔ تادمِ آخر ہر دفعہ بھائیجان آپ کیسے ہیں کا جواب الحمد للہ سے شروع کرتے۔ وہ جاندار آواز کمزور ہوتے ہوتے معدوم ہو گئی میرا پیارا بھائی موت کے دھندلکوں میں کھو گیا ایک باب ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا۔ ایک وجود جس سے اباجان کی خوشبو آتی تھی ہم سے بچھڑ گیا۔

ہو فضل تیرا یارب یا کوئی ابتلا ہو
راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تری رضا ہو

آسٹن امریکہ میں بھی آپ کا حلقہ احباب آپ کو یاد کرتا ہے۔ محترم لطف الرحمن محمود صاحب نے بھائیجان کے ذکرِ خیر میں ایک بہت اچھا مضمون لکھا جو النور امریکہ کے اگست، ستمبر 2013 کے ایشو میں شائع ہوا ایک اقتباس حاضر ہے۔

"مرحوم مضبوط قوتِ ارادی کے مالک تھے۔ میں اس حوالے سے انہیں مرد آہن کہوں گا۔ میرا بھتیجا عطاء جو ریزیڈینسی کر رہا ہے ایک دفعہ محترم نیاز صاحب سے ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ عطاء نے خاص طور پر نیاز صاحب کی غیر معمولی will power کا ذکر کیا۔ دوسری بات جس کا اس پر گہرا اثر ہوا وہ ان کی انتہائی منظم well organized شخصیت تھی۔ کاغذات، کتب، میڈیکل ریکارڈ، ادویہ، دیگر اشیاء ہر چیز بڑے سلیقے اور قرینے سے رکھی تھی۔ میں نے انہیں مرد آہن اسی لئے کہا ہے کیونکہ ان معاملات میں عاجز کی حالت اس کے بالکل برعکس ہے۔

ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی
کچھ ہماری خبر نہیں آتی

مزید برآں مرحوم نفاست، سادگی اور وضعداری کا مرقع تھے۔ جب تک صحت نے اجازت دی اور چلنے پھرنے میں دقت حائل نہ ہوئی عبادات اور جماعتی تقاریب میں شامل ہونے کے لئے مسجد تشریف لاتے رہنے کے قابل رہے"۔

عزیزہ حسنیٰ اور مقبول صاحب نے خصوصی خدمت کی توفیق پائی جس کے لئے تہ دل سے ممنون ہوں اور دعا گو ہوں کہ مولیٰ کریم اجر عظیم سے نوازے ان کے اخلاص، اموال، نفوس میں برکت عطا فرماتا رہے آمین۔

اولاد

مرحوم بھائی جان کے خدا تعالیٰ کے فضل سے دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ ان میں سے دو بچوں کو حفظِ قرآن کی توفیق ملی ہے۔ سب خدا تعالیٰ کے فضل سے صاحبِ اولاد ہیں۔ جماعت اور خلافت سے بہت خلوص کا تعلق ہے:

حافظ بشارت احمد غنیؔ صاحب اللہ تعالیٰ کے فضل سے گزشتہ کئی برس سے جماعت کے ایک ضلعی صدر کی حیثیت سے خدمت کی توفیق پا رہے ہیں نیز دیگر حیثیتوں میں بھی خدمتِ دین کی سعادت حاصل ہے۔ ان کے تین بیٹے (اسد احمد غنی، انصر احمد غنی اور احسن احمد غنی) اور ایک بیٹی (مصباح الاسلام عائشہ) ہے۔ ان کی اہلیہ محترمہ امتہ النصیر خالدہ صاحبہ محترم چودھری طفیل احمد صاحب کی صاحبزادی ہیں۔

راشدہ مومن حمید صاحبہ اہلیہ محترم عبد المومن حمید صاحب، نیویارک میں مقیم ہیں۔ آپ کو خدا تعالیٰ کے فضل سے گزشتہ 30 برس سے اپنے گھر پر مسجد میں کثیر التعداد بچوں، بچیوں کو قرآن مجید پڑھانے کی عظیم خدمت کے علاوہ جماعتی خدمات کی توفیق مل رہی ہے۔ ان کے دو بیٹے (عمر مومن حمید اور احسان حارث حمید) اور دو بیٹیاں (ہما حمید اور شانزہ حمید) ہیں۔

لبنیٰ احمد صاحبہ اہلیہ ونگ کمانڈر ڈاکٹر ساجد احمد۔ ان کی تین بیٹیاں (روحی احمد، عائشہ احمد اور سحمیٰ احمد) اور ایک بیٹا (سحیل احمد) ہے۔

فخر احمد غنی، جماعت آسٹن امریکہ میں شعبہ ہائے سیکریٹری تحریک جدید، وقف جدید اور ضیافت سے منسلک رہ کر جماعت کی خدمت کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ ان کے تین بچے ہیں، نبیہہ کرن غنی، افشاں ماہم غنی، عازش احمد غنی۔ ان کی اہلیہ نگہت نسرین غنی صاحبہ محترم اسلم پرویز صاحب کی بیٹی ہیں۔

حُسنیٰ مقبول احمد اہلیہ مقبول احمد، مقیم آسٹن امریکہ۔ ان کے تین بیٹے ہیں: مطہر احمد، شاذل احمد، صارم احمد۔ انہیں لجنہ اماء اللہ کے تنظیمی کاموں اور دیگر اشاعتی امور میں معاونت کی توفیق مل رہی ہے، الحمد للہ۔

اللہ تعالیٰ ان سب عاجزانہ کوششوں کو قبول فرمائے اور ان سب کا حافظ و ناصر ہو، آمین۔

جبلّت کے کرشمے

ڈاکٹر محمود احمد ناگی کولمبس، امریکہ

تعارف

جبلّت (Instinct) ایک ایسی نعمت ہے جو ہر انسان حیوان چرند پرند اور آبی مخلوق کو خداتعالیٰ کی طرف سے ودیعت کی گئی ہے۔ خداتعالیٰ کی تمام مخلوقاتِ الٰہیہ اس نعمتِ حسنہ کے تابع ہیں۔ اس کی بدولت اُن سے وہ تمام کام سرانجام ہوتے ہیں جو ان کے آباؤاجداد جن کو اُنہوں نے دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو کرتے چلے جارہے تھے۔ اس کی مثالیں کارخانہء قدرت میں انمٹ نقوش کی طرح ہر زمانہ میں دیکھی اور پرکھی جاسکتی ہیں۔ جبلّت کے طور طریقے ان سب کی یادداشت (Memory) میں کنداں کر دیے گئے ہیں۔ تحقیق نے ثابت کیا ہے کہ یہ یادداشتی چپ (Memory Chip) ان کے ڈی این اے (DNA) میں موجود ہوتی ہے۔

ڈی این اے (DNA) کیا ہے؟ یہ ایک موروثی مادہ ہے جو ہر جاندار کا بلیو پرنٹ ہے۔ اس کو انسانی عمارت کا چھوٹا سا لیکن نہایت طاقتور ٹکڑا کہہ سکتے ہیں۔ جس طرح نظامِ شمسی اور کہکشائیں ایک مقرر کردہ پروگرام کے تحت رواں دواں ہیں اسی طرح صفتِ جبلّت بھی تمام جانداروں میں وضع کردہ نظام کے تحت برسرِپیکار ہے۔ نسل در نسل اس میں کوئی خاص تبدیلی رونما نہیں ہوتی۔ اس دنیا میں جو بھی آیا ہے خواہ وہ دنیا کے کسی حصہ میں رہتا ہو رنگ و نسل سے بالاتر غریب ہو یا امیر جوان ہو یا بوڑھا بیمار ہو یا صحت مند ہر ایک کے لئے جبلّت کے طور طریقوں میں کوئی فرق نہیں۔ یہ سب کے لئے یکساں طور پر لاگو ہیں۔

جبلّت کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے کہ یہ تمام جانداروں میں سوچنے احساس کرنے اور برتاؤ رکھنے کی ایسی صلاحیت ہے جو کبھی بھی اور کہیں سے بھی سیکھی یا سمجھی نہ گئی ہو۔ یہ قدرت کی طرف سے عطا کردہ خواہشوں اور دوسرے امورِ ضروریہ کی انجام دہی کا ایک زبردست موروثی طریقہ کار ہے۔ اس کو روزمرہ کے استعمال کرنے کے لئے ہر قسم کے جانداروں کو سوچنے سمجھنے یا سیکھنے کی قطعاً ضرورت نہیں پڑتی۔ جانداروں میں جبلّت اردگرد کے ماحول پر کسی نہ کسی طریق پر اثرانداز ضرور ہوتی ہے۔ ہر کام کرنے کے لئے یہ جاندار خاص طریقوں سے اپنی حرکات و سکنات ظاہر کرتے ہیں جو صرف ان میں ہی خاص ہوتے ہیں اور دوسرے جانداروں میں وہ طریقہ یا عادت نہیں پائی جاتی۔ جبلّت ایک ایسا قدرتی نظام ہے جو عام جانوروں کو طاقتور جانوروں سے شکار ہونے سے پہلے ہی خطرہ کی گھنٹی بجادیتا ہے اور وہ خود کو پلک جھپکتے ہی چھپ کر محفوظ کر لیتے ہیں۔ خاص طور پر اس وقت جب وہ لڑنے جھگڑنے یا جنسی ملاپ میں مصروف ہوتے ہیں۔ قدرت کے حیرت انگیز نظام جبلّت کو انسان کی عقل سمجھنے سے قاصر ہے۔

قرآنِ حکیم اور جبلّت

انسانی فطرت میں ہستی باری تعالیٰ کو گواہ ٹھہرایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ لقمان آیت نمبر 33 میں فرماتا ہے۔

”اور جب انہیں موج سایوں کی طرح ڈھانپ لیتی ہے وہ اللہ کو اس کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے پکارتے ہیں۔ پس جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچالے جاتا ہے تو ان میں سے کچھ (ایسے بھی ہوتے) ہیں جو میانہ روی اختیار کرنے والے ہیں اور ہمارے نشانات کا کوئی انکار نہیں کرتا مگر ایک وہ جو سخت دھوکہ باز (اور) بہت ناشکرا ہے۔“

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اس آیتِ مبارکہ میں انسانی خواہشات کا اہم پہلو بیان ہوا ہے کہ جب سمندر کے طوفان میں پھنسیں تو خواہ دہریہ ہو یا مشرک اس وقت اللہ کو ہی پکارتے ہیں اور جب اللہ انہیں بچالیتا ہے تو پھر وہ اپنی پہلی حالت کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ ایسے طوفانوں میں پھنسے ہوئے جن لوگوں کا یہاں ذکر ہے ان میں مقتصدین یعنی میانہ روی اختیار کرنے والوں کا استثناء ہے وہ خشکی پر پہنچ کر بھی اللہ کو نہیں بھلاتے۔“ (اردو ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 718 حاشیہ)

اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ خداتعالیٰ نے اپنی محبت اور اس کو مشکل میں پکارنے کی عادت انسان کی جبلّت میں ڈالی ہوئی ہے۔ انسان خواہ مانے یا نہ مانے خداتعالیٰ اپنی مخلوق کے دلوں میں رہتا ہے جب وہ اسے پکارتے ہیں تو وہ سنتا ہے اور ان کی مشکلات کا ازالہ کرکے اپنی حاکمیت ثبت کردیتا ہے۔

جبلّت کا خدائی نظام انسان کے انگ انگ میں نقش کیا گیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سورۃ الواقعہ کے ابتدائی خلاصے میں تحریر فرماتے ہیں:

”دانتوں کو ہی لیجیے دودھ کے دانت ایک وقت کے بعد ظاہر ہوتے ہیں پھر وہ ایک مدّت تک رہ کر گر جاتے ہیں اور بچپن کے دور میں جو بچے دانتوں کی صحت کا خیال نہیں رکھ سکتے اس کے بداثر سے ان کو محفوظ کردیا جاتا ہے پھر بلوغت کے دانت ہیں جن کے بعد انسان ذمّہ دار ہے کہ ان کی حفاظت کرے۔ وہ ایک حد تک بڑھ کر رک کیوں جاتے ہیں۔ کیا چیز ہے جو ان کو آگے بڑھنے سے روک دیتی ہے؟ یہ انسان کے ڈی این اے (DNA) میں ایک کمپیوٹرائزڈ پروگرام ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے تابع دانت عمل کرتے ہیں۔ سائنس دان بتاتے ہیں کہ جس رفتار سے وہ گِھس رہے ہوتے ہیں کم و بیش اسی رفتار سے وہ بڑھ رہے ہوتے ہیں اگر بڑھتے چلے جاتے اور روکنے کا نظام نہ ہوتا تو انسان کے نیچے کے دانت دماغ پھاڑ کر سر سے بہت اوپر نکل سکتے تھے اور اوپر کے دانت جبڑے پھاڑ کر چھاتی کو ناکارہ بنا سکتے تھے۔ تو فرمایا کہ کیا تم نے یہ جیناتی صلاحیتیں خود بنائی ہیں۔ ظاہر ہے جواب منفی میں ہے۔

اسی طرح بظاہر انسان سمجھتا ہے کہ ہم نے زمین میں بیج بوئے ہیں۔ لیکن ان بیجوں کے درختوں اور سبزیوں اور پھلوں کی صورت میں نکلنے کا نظام بھی ایک پیچیدہ نظام ہے جو از خود پیدا نہیں ہو سکتا۔" (اردو ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 983-984)

سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱۴ میں اللہ کا فرمان ہے:

"اور ہر انسان کا اعمال نامہ ہم نے اس کی گردن سے چمٹا دیا ہے اور ہم قیامت کے دن اس کے لئے اسے ایک ایسی کتاب کی صورت میں نکالیں گے جسے وہ کھلی ہوئی پائے گا۔"

یعنی انسان کے جسم کے ساتھ خدا تعالیٰ نے ڈی این اے (DNA) میں ایک یادداشتی چپ (Memory Chip) لگا دی ہے جو اس کی تمام حرکات و سکنات، نیکیاں اور بدیاں ریکارڈ کر کے محفوظ کرتی رہتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جبلّت کا قانون بھی اسی طرح اس پر لکھا ہوا ہے۔ اس پر ریکارڈنگ کا نظام بھی ازل ابد سے کام میں لگا ہوا ہے جو قیامت کے دن ایک کھلی کتاب کی صورت ظاہر کیا جائے گا جس سے کسی کو انکار ممکن نہ ہو گا۔ خدا تعالیٰ کے نظامِ عدل میں کسی کمی بیشی کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہ نظام سب کے لئے یکساں ہے۔

جبلّت کا مضمون سورۃ حٰمٓ السجدہ آیت 21 تا 24 میں مزید واضح ہو جاتا ہے:

"یہاں تک کہ جب وہ اس آگ تک پہنچیں گے ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے چمڑے ان کے خلاف گواہی دیں گے کہ وہ کیسے کیسے عمل کیا کرتے تھے۔"

ان قرآنی آیات سے بغیر حیل و حجت یہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ انسان کے اجزاء کے ڈی این اے (DNA) اس کے اعمال کو ہر وقت ریکارڈ کرتے جاتے ہیں اور قیامت کے دن سب ظاہر کر دیں گے۔ جبلّت بھی خدا تعالیٰ کے تخلیقی نظام کے تابع ہے۔ ہر کام جو انسان کرتا ہے اس کی ریکارڈنگ اس کی یادداشتی چپ (Memory Chip) میں ہوتی رہتی ہے اور یہ چپ (chip) ڈی این اے (DNA) کا لازم و ملزوم حصّہ ہے۔

جبلّت کے چند مشاہدات اور واقعات

انسان: انسان نے جبلّت اور اس کی خصوصیات سے بہت فائدہ اٹھایا ہے اور اٹھاتا رہے گا۔ یہ فطری بات ہے کہ وہ اپنے آباؤاجداد کی اچھی اور بُری عادات لے کر پیدا ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اسے اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ لامتناہی عقل اور فہم سے نوازا ہے۔ یہ اس کی صواب دید پر ہے کہ وہ ان سے کیسے فائدہ اٹھاتا ہے اور برائیوں سے اپنے آپ کو کیسے روکتا ہے۔ انسان کی جبلّت اسے ان باتوں سے روکے رکھتی ہے جو اسے نہیں کرنی چاہئیں اور ان کاموں سے بھی دور رکھتی ہے جو اس کے لیئے موزوں نہیں۔ مضبوط ارادہ اس کو زندہ رکھنے کے لئے مدّ و معاون بن جاتا ہے۔ مرد اور عورت کی جبلّت کی کچھ مثالیں علیحدہ علیحدہ بھی ہیں۔ جیسے ماں جب اپنے نومولود بچے کو دیکھتی ہے تو اس میں مادری جبلّت جاگ جاتی ہے اور اسے فطری طور پر پہلے سے علم ہو جاتا ہے کہ اس کے بچے کو کچھ خرابی ہونے والی ہے۔ اسے وجدان یا چھٹی حس (6^{th} sense) بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بھی جبلّت کا ایک پہلو ہے۔ انسانی بچے کا ماں کی چھاتیوں سے دودھ پینا جبلّت کی ایک بڑی مثال ہے۔ جبلّت بچے کو ماں کا دودھ پینے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ انسان کا بچہ پیدائشی تیراک ہے اگر اسے گہرے پانی میں ڈال دیا جائے تو اسی وقت ہاتھ پاؤں مارنے لگ جاتا ہے۔ چار ماہ تک اگر اس کی گال پر گدگدایا جائے تو وہ سر اور منہ اسی طرف کر لیتا ہے۔ ہم نے یہ بہت دفعہ مشاہدہ کیا ہے کہ جب مائیں چھوٹے بچوں کو مارتی ہیں تو وہ روتے جاتے ہیں اور ماں کے ساتھ چمٹتے جاتے ہیں۔ یہ ان کی جبلّت میں ہے کہ ان کا محسن ماں کی ہستی کے سوا کوئی نہیں۔ مردوں میں یہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ عام طور پر وہ پیشاب کرتے وقت ریڑھ کی ہڈی کے اندر کپکپی یا ہیجانی کیفیت محسوس کرتے ہیں جبکہ عورتوں میں ایسا نہیں یا بہت ہی کم ہے۔

حیوانات: اگر حیوانات کا مطالعہ کیا جائے تو جبلّت کے متعدد مشاہدات نظر آتے ہیں۔ کتّے کو لے لیں یہ مالک کا وفادار ہوتا ہے اور اس کے لئے اپنی جان تک کی بازی لگا دیتا ہے۔ یہ اس کی جبلّت میں شامل ہے کہ وہ اپنی گیلی سمور (Fur) میں سے پانی خشک کرنے کے لئے جھٹکے سے تھرتھراتا ہے۔ وہ گڑھے کھودتا ہے اور ایک ٹانگ اٹھا کر پیشاب کرتا ہے۔ بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کو اکٹھا رکھنے کے لئے اس کی مہارت کو استعمال کیا جاتا ہے۔ اس ہنر کو بہتر کرنے کیلئے ان کو خاص طور پر سدھایا جاتا ہے اور بڑے بڑے ریوڑ ایک کتّے کی مدد سے بڑے بڑے میدانوں سے اکٹھے کر لئے جاتے ہیں۔ کینگرو اور جوئے (Joey) کے بچے پیدا ہوتے ہی ماں کے پیٹ کے ساتھ بنی ہوئی تھیلی میں اچھل کر پناہ لیتے ہیں۔ میر کٹ مینر (Meerkat Manor) عام طور پر اپنی پچھلی ٹانگوں پر کھڑے رہتے ہیں اور اردگرد کے دشمنوں پر نگاہ رکھتے ہیں۔ کسی مشکل کے وقت آپس میں اطلاع کرتے ہیں اور جلدی سے چھپ جاتے ہیں۔ یہ سب جبلّت کے کرشمے ہیں۔

پرندے: پرندوں کے بغیر دنیا شائد ادھوری ہوتی۔ ان کی موجودگی زندگی کا احساس دلاتی ہے۔ ہر پرندے کا خاص قسم کا چہچہانا، گانا اور پنکھ پھیلائے ادھر اُدھر پھدکنا بہت بھلا لگتا ہے۔ پرندوں کی یہ خصوصیات جبلّت کے تابع ہیں۔ پرندے اپنے ہم عصر بڑوں سے سن سن کر اپنے گانے کو بہتر بناتے رہتے ہیں۔ ان کا چہچہانا ماحول کو خوشگوار بناتا ہے۔ ان کے گانوں کی دھنیں ایک دوسرے کو بلانے اور جنسی ملاپ کی خواہش ظاہر کرتی ہیں۔ قدرت نے یہ سب کچھ ان کی جبلّت میں ڈالا ہوا ہے اور ان کو اس بارہ میں کوئی نہیں سکھاتا۔ ان کے گھونسلے بنانے کا انداز ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ یہ ان کی جین میں لکھا ہوا ہے کہ وہ گھونسلا کس طرح کا بنائیں گے اور کس قسم کی گھاس پھوس اور تنکوں سے اسے بنانے میں مدد لیں گے۔ پرندوں نے گھونسلا بناتے ہوئے اپنے بڑوں کو شائد کبھی دیکھا بھی نہ ہو۔ کئی پرندے درختوں اور کچھ پہاڑ کی کھوہ میں گھونسلے بناتے ہیں۔ ان میں سے کچھ کے گھونسلے درختوں سے لٹک رہے ہوتے ہیں تاکہ درخت پر چڑھنے والے جانوروں سے بچ سکیں۔ کوّے گھونسلے نہیں بناتے۔ ان کو شام کے وقت درختوں کے جھنڈوں کے طرف بڑی تعداد میں جاتے دیکھا جا سکتا ہے۔ مادہ بطخ جب اپنے ننھے منّے چوزوں کے ساتھ کھانے کی تلاش میں نکلتی ہے تو اس کے بچے ایک قطار میں اس کے پیچھے چلتے ہیں۔ اسی طرح کونجیں اور کئی پرندے بھی ایک خاص ترتیب میں اڑتے ہیں۔

بہت سے پرندوں کا جب کھانا پینا موسم کی وجہ سے کم یا ختم ہو جاتا ہے تو وہ ایسا وقت آنے سے پہلے ہی دوسری جگہوں پر ہجرت کر جاتے ہیں۔ ان پرندوں میں سے ایک مثال دیتا ہوں۔ الپائن سوِفٹ (Alpine Swift) پرندہ افریقہ اور یورپ کے درمیان 6 ماہ سے زائد بغیر آرام کے اُڑتا رہتا ہے۔ یہ پرندہ اُڑان کے دوران ہی سو جاتا ہے اور ہواؤں میں اڑتے ہوئے کیڑے مکوڑے کھا کر

گزارہ کرتا ہے۔ ایک خاص موسم میں اتنا طویل سفر اس کی جبلت میں ہے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ وہ لمبے سفر پہ روانہ نہ ہو اور اپنے مسکن میں ہی جم کر مر جائے۔ جینے کی آرزو اسے کٹھن مرحلوں سے گزرنے پر مجبور کرتی ہے۔ یہ سب کچھ قدرت کے سوا اُسے کوئی نہیں سکھاتا۔

حشرات الارض: خدا کی اس زمین میں بسنے والے حشرات الارض یعنی کیڑے مکوڑے بھی جبلت کے نظام کا حصّہ ہیں۔ یہاں ان کی بھی چند مثالیں دیتا ہوں۔ شہد کی مکھی ایک باکمال کیڑا ہے۔ اس کا ذکر قرآنِ حکیم میں آیا ہے۔ اس پر خدا کی وحی بھی کی جاتی ہے۔ حضرت رسولِ مقبول ﷺ کو شہد اور دودھ بہت پسند تھا۔ شہد کے بے شمار فوائد ہیں۔ شہد کی مکھی کا چھتہ بہت ہی خوبصورت ہوتا ہے۔ اس کو انجینیرنگ کا شاہکار کہا جا سکتا ہے۔ شہد سٹور کرنے کا خانہ (cell) مسدس شکل (Hexagonal Shape) کا ہوتا ہے۔ اس شکل کی ہر سائڈ ایک دوسرے کے اس قدر برابر ہوتی ہے کہ ایک ملی میٹر کا بھی فرق نہیں ہوتا۔ اس پر بہت زیادہ لکھا جا سکتا ہے۔ جب مکھیاں چھتے میں شہد ڈالتی ہیں تو بعد میں اس کو موم کے ساتھ بھر دیتی ہیں تا کہ دیر تک محفوظ رہ سکے۔ آپس میں رابطہ کے لئے خوراک کی طرف ناچتے ہوئے جاتی ہیں۔ یہ ہدایات انہیں کوئی نہیں دیتا سوائے اللہ کی ذات کے جس نے یہ سب کام ان کے لئے ان کی جبلت میں لکھ دیئے ہیں اور خود بخود بغیر کسی حیل وحجت ہوتے رہتے ہیں۔

مکڑی کا جال کمزور ترین گھر ہے جو وہ شکار کو پھانسنے کے لئے بناتی ہے لیکن یہ اس قدر مضبوط ہوتا ہے کہ تیز و تند ہوائیں بھی اس کو توڑ نہیں سکتیں۔ اسی طرح سلور مکڑی اپنی ذہانت کے بل بوتے جال میں بُرے وقت کے لئے بیج اکٹھے کرتی رہتی ہے۔ مکڑی کی ذہانت اس کی جبلت کی وجہ سے ہے۔ یہ سب خصوصیات اللہ کی طرف سے انہیں ملی ہوئی ہیں۔

آبی مخلوقات: بہت سی مچھلیاں بہت سمجھدار اور چالاک ہوتی ہیں۔ سالمن ایک ایسی ہی مچھلی ہے جو پانی کے بہاؤ کی مخالف سمت تیرتی ہے۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لئے ہزاروں میل کا سفر کرتی ہے۔ یہ ان کی جین میں لکھا ہوا ہے۔ انڈے صرف صاف پانیوں میں دیتی ہے اور بچے انڈوں سے نکلنے کے بعد اپنی ماؤں کی طرف ہجرت کے لئے روانہ ہو جاتے ہیں۔ یہ عرصہ 6 ماہ سے لیکر 7 سال تک کا ہوتا ہے۔ اسی عرصہ میں اپنی بلوغت کی زندگی گزارتی ہے اور پھر دوبارہ انڈے دینے کے لئے صاف پانیوں کا رخ کرتی ہے۔ یہ سلسلہ جاری و ساری رہتا ہے۔ کچھ سالمن مچھلیاں 2500 میل تک کا طویل یکطرفہ سفر کرتی ہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ وہ اتنی دور ہجرت نہ کریں اور افزائش نسل کے لئے انڈے دینے صاف پانیوں کی طرف واپس نہ آئیں۔

سمندری کچھوا جب ساحلِ سمندر پر پیدا ہوتا ہے تو بغیر سوچے سمجھے اس کی کمزور ٹانگیں خود بخود سمندر کا رخ کرتی ہیں اور وہ پانی میں پہنچ کر تیرنا شروع کر دیتا ہے۔ اس کو یہ عمل کسی نے نہیں سکھایا بلکہ ایسا کرنا اس کی جبلت میں درج ہے جس سے وہ منہ نہیں موڑ سکتا۔ اگر وہ اپنی جبلّت کے خلاف جائے تو سمندر کے اُوپر اڑتے ہوئے پرندوں کا شکار ہو جائے۔

ہائی برنیشن (Hibernation): سردیوں کے سخت موسم میں کئی جاندار ایک لمبے عرصہ تک سوئے رہتے ہیں۔ اس دوران وہ کچھ نہیں یا بہت ہی کم کھاتے پیتے ہیں۔ اس عرصہ کے دوران ان کے دل کی حرکت کافی حد تک کم ہو جاتی ہے۔ جانور پرندے یا کیڑے جو یہ عمل کرتے ہیں ان کی تعداد زیادہ نہیں مگر حیران کن بات ہے کہ وہ اس عرصہ کے دوران زندہ رہتے ہیں اور بعد میں معمول کے مطابق زندگی گزارتے ہیں۔ اس کو جبلت کا کرشمہ کہا جائے تو مناسب ہو گا۔

امریکہ کے کالے، ایشیا کے کالے اور بھورے اور قطبی ریچھ (Polar Bear) ہائی برنیٹ (Hibernate) یعنی ایک جگہ پڑے سوئے رہتے ہیں۔ مادہ ریچھ اس دوران بچے جنتی ہے۔ یہ عرصہ عام طور پر 100 دن تک ہو سکتا ہے۔ اس وقت ان کے دل کی حرکت 50،40 سے کم ہو کر 8 فی منٹ تک رہ جاتی ہے۔ اسی طرح الپائن مارموٹ (Alpine Marmot) ایک ایسا جانور ہے جو 8 ماہ تک ہائی برنیٹ (Hibernate) کرتا ہے اور ایک منٹ میں صرف 2 یا 3 سانس لیتا ہے اور اس کے دل کی حرکت بھی 120 سے کم ہو کر صرف 3 سے 4 رہ جاتی ہے۔ اسی طرح چند خاص قسم کے کچھوے بھی 77 دن سے لیکر 154 دن تک ہائی برنیٹ (Hibernate) کرتے ہیں۔ پرندوں میں کامن پوروِل خراب موسم میں 5 ماہ تک سو جاتا ہے۔ شہد کی ملکہ مکھی درجہ حرارت گر جانے کی صورت میں مٹی یا پتّوں کے اندر چھپ کر ہائی برنیٹ (Hibernate) کرتی ہے لیکن بے چاری کام کرنے والی اور دوسری مذکر مکھیاں ایسا نہیں کرتیں اور موسم کی شدّت سے مر جاتی ہیں۔ ان کی ہائی برنیشن (Hibernation) کا عرصہ 6 سے 8 ماہ تک کا ہوتا ہے۔ اس کے بعد ملکہ مکھی اپنی زندگی دوبارہ شروع کر لیتی ہے۔ انسان تو ان قدرت کے کمالات کو بس مشاہدہ کر سکتا ہے اور شانِ کریمی کے گیت گائے بغیر نہیں رہ سکتا۔

جبلت اور ڈی این اے (DNA): جبلت ڈی این اے میں کس طرح اپنا نقش جمائے ہوئے ہے اور کس طریق پر عادتیں نسل در نسل منتقل ہوتی رہتی ہیں؟ ماروثی یادداشت (Genetic Memory) سے اس حقیقت کی کچھ وضاحت کی جا سکتی ہے۔ اس کے ذریعہ جاندار جبلت کو ظاہر کرتے ہیں۔ محقق کہتے ہیں کہ پرندوں کے معاملہ میں ان کے انڈوں پر تمام ہدایات لکھی ہوتی ہیں۔ مثلاً وہ کس طرح گھونسلا بنائیں گے ان کے اڑنے کا کیا طریق ہو گا؟ پروں کو کس طرح سے سنواریں گے؟ ان کے گانے یا چہچہانے کا کیا انداز ہو گا؟ وہ کیا کھائیں گے اور کھانے کو کہاں کہاں سے تلاش کریں گے؟ وغیرہ وغیرہ

پیدائش سے بھی پہلے ڈی این اے (DNA) جاندار کے جسم و دماغ کی ساخت، اس کی حرکات و سکنات کے طور طریقے اور اس کا جغرافیہ وغیرہ طے کر لیتا ہے۔ ان سب معلومات کو اکٹھا بھی کر لیا جائے تو پھر بھی اسکا کمپیوٹر پروگرام ترتیب دینا نہایت مشکل کام ہے۔ خدا تعالیٰ کی ہستی نے اس کو کس آسانی کے ساتھ ڈی این اے (DNA) میں منتقل کیا ہوا ہے آج سائنس کی ترقی کے دور میں بھی اسے ابھی تک سمجھنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یہ یادداشتیں ایک نسل سے اگلی نسل میں کیسے منتقل ہوتی ہیں اس کی تفہیم حیران کن ہے۔ کارخانہء قدرت کے یہ معمّے شائد کبھی حل نہ ہوں۔ ابھی تو ہم اس قابل بھی نہیں ہوئے کہ جبّلت کی اصل حقیقت کو سمجھ سکیں۔ کسی نے خوب کہا ہے "انسان کو اپنی جبّلت پر اعتماد کرنا سیکھنا چاہیے اور جو دل کہے اسکی بات مان لینی چاہیے کیونکہ دل آپ کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑتا"۔